

نیر مسعود

عطر کافور

کتابخانه



# عطر کافور

کہانیاں

نیر معبود

عطر کافور

کہانیاں

نیر معبود

دوسری شام ۱۹۹۹ء

کتاب خانہ چرخ و کتاب سبز  
زیر اہتمام آئی ٹی کی کتابچی

طبع و اشاعت: خصوصی سنز ۱۹۹۹ء، پتہ: ۱۰۰، نزد شاہ المصطفیٰ، اردو بازار، کراچی

سٹی پریس بک شاپ

316 شارع شہید، عوامی پبلک لائبریری، کراچی 74400

فون: 365 0623 (21-92)

ای میل: [asj@digicom.net.pk](mailto:asj@digicom.net.pk)



کتاب خانہ

پتہ: ۱۰۰، نزد شاہ المصطفیٰ، اردو بازار، کراچی

کتاب خانہ

## ترتیب

۹	مراسلہ
۴۷	چانوس
۴۱	سلطان مظفر کا واقعہ نویس
۶۷	پرگہ
۸۷	واقعہ
۱۱۱	عطر کا طور
۱۵۷	سازمانی تنظیم

بعض میں ایک اثر ہے جو جانتے ہیں نہیں۔

— عوامی ایڈیٹور

My days among the dead are past.

Robert Southey

آنکه گزشت در میان کشته ها

۱۲

## مراسله

جای تو باشم و منم در میان کشته ها

جای تو باشم و منم در میان کشته ها

آنکه گزشت در میان کشته ها

۱۳

سے صحت رکھنے کی وجہ سے ان کو بہت سی بیماریوں کے نام اور علاج زبانی یاد تھے اور کہہ دین بعد وہ بچے کوئی نئے مرض میں مبتلا قرار دے کر اس کے علاج پر اصرار کرتی تھیں۔ ان کی مصدقہ کے ابتدائی زمانے میں وہ نہیں بار بار اسیا لگاتی تھیں کہ میں کوئی کام میں پڑ کر ان کے گھر سے میں جاتا ہوں گیا، تو وہ معلوم نہیں کس طرح خود کو مستحیجی ہوتی کر کے کے دروازے تک لے آئیں۔ کہہ کر ناز گوارنے کے بعد جب ان کی دہی سی طاقت ہی جواب دے گئی تو ایک دن ان کے سٹول نے صحت پر آنا کے کی خاطر کہ آہا ان کے باخبروں میں اب ہی کہہ سکتی تھی ہے، بچے دن بھر ان کے پاس نہیں جاسکے وہاں وہ وہ ظاہر مجھ سے بے خبر رہیں، لیکن دست لگنے ان کے بہت آہستہ کرانے کی آواز سی کہ جب میں چٹکا ہوا ان کے گھر سے میں اپنا تو وہ دروازے تک کا آواز راست لے کر چلی تھیں۔ ان کا بستر، جو انھوں نے میرے والد کے مرنے کے بعد سے وہیں پر بچاتا شروع کر دیا تھا، ان کے ساتھ گھسٹا ہوا چھ آتا تھا۔ دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بستر ہی ان کو گھسٹتا ہوا دروازے کی طرف چلے جا رہا تھا۔ بچے دیکھ کر انھوں نے کہہ گئے کی کوئی شے کی جگہ ان کے سبب بے ہوش ہو گئیں اور گئی دن تک بے ہوش رہیں۔ ان کے سٹول نے بار بار اپنی فصلی کا اعتراض کر دیا اس آواز میں پر دیکھو کہ کاہل کہا، اس لیے کہ اس کے بعد ہی سے میری والدہ کی چٹائی اور دہی نے جواب دینا شروع کیا، یہاں تک کہ دیکھ رکن ان کا وہ دور تمام برادر ہو گیا۔

ان کے سٹول کو مرے ہوئے ہی ایک عرصہ گزر گیا۔ لیکن حال ہی میں ایک دست میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ وہ میرے پاس پہنچی رہیں پر دشمنی ہوئی ہیں اور ایک ہاتھ سے میرے بستر کو کھینچ رہی ہیں۔ میں جلدی سے اڑ کر بیٹھ گیا۔

آپ... ان میں سے ان کے ہاتھ پر خشک دھن کے ہال کو دیکھنے ہوئے پر چہاڑ یہاں آ گئیں۔

نہیں دیکھنے۔ کوئی طبیعت ہے؟ انھوں نے ایک ایک کر کے ہر ان پر غصت جاری ہو گئی۔

میں بستر سے اڑ کر رہیں پر ان کے برابر بیٹھ گیا اور دیکھ ان کو دیکھ رہا۔ میں نے ان کی اس صورت کا تصور کیا جو میری دلوں میں صوفی تھی اور چہاڑوں کے بیٹے ان کے

تکڑی آہٹ کے ساتھ خود کے ہاتھوں کے ہاتھوں میں مستحکم کام کو شہر کے شہری حلقے کی طرف منسوب کرنا چاہتا ہوں۔ بچے بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج جب بڑے پیراٹے پر شہر کی فوج سے دور ہی ہے اور ہر حلقے کے شہریوں کو بھرپور نرسہ جیسی ہم پہنائی جا رہی ہیں، یہ شہری حلقہ بھی اور پانی کی فائنل تک سے محروم ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کی جیسی ہی گھسٹیں ہیں۔ حال ہی میں جب ایک دست کے بعد میرا اس طرف ایک ضرورت سے ہاتا ہوا تو میرے شہر کا یہ حلقہ باقی دیکھا ہی نظر آیا ہوا میرے بچہ میں

بچے اس طرف جانے کی ضرورت نہیں تھی، لیکن اپنی والدہ کی وجہ سے میں مجبور ہو گیا۔ برسوں پہلے وہ بڑھاپے کے سبب پھٹے پھر نے سے مسطور ہو گئی تھیں، پھر ان کی آنکھوں کی روشنی بھی قریب قریب چھائی رہی اور وہی بھی بوقت سا ہو گیا۔ مصدقہ کا ناز شروع ہو نے کے بعد ہی ایک عرصے تک وہ کہہ دین دست میں نہیں ہاڑ نہ اپنے پاس ہاڑ کر لپکھانے ہاتھوں سے سر سے چہرہ تک لٹاؤ تھی تھیں۔ دراصل میرے پیدا ہونے کے بعد ہی سے ان کو میری صحت خراب معلوم ہونے لگی تھی۔ کوئی انھیں میرا بدن بہت خراب محسوس ہوتا، کبھی بہت گرم کبھی میری آواز بدلی ہوتی معلوم ہوتی اور کبھی میری آنکھوں کی رنگت میں تغیر نظر آتا۔ میکینوں کے ایک پرانے فائدہ ان

ہوئے ہمارے کی جگہ انھیں پاؤں والا چہرہ میرے سامنے آگیا۔ اتنی دیر میں ہی کی غصت کچھ دور ہوئی۔ میں نے آہستگی سے انھیں اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"آجے آپ کو آپ کے گھر سے میں پہنچاؤں۔"

"نہیں! انھوں نے بڑی مشکل سے کہا، پہلے جانو۔"

"کہا بھائی! میں نے سمجھ لیا ہے میں چچا۔"

"طبیعت کیسی ہے؟"

"کہاں سے میری طبیعت داخلی غریب تھی، اس لیے میں نے کہا، "شک نہیں ہیں۔"

میری توقع کے خلاف انھوں نے میری کی تحسین و ہدایت کرنے کے بجائے صرف اسی

چچا

"کیسی کو دیکھا؟"

"کیسی کو دیکھا؟"

مجھے معلوم تھا وہ کیا جواب دیں گی۔ یہ جواب وہ فوراً کہہ بیٹھنے لگی تھی۔ لیکن

اس بار انھوں نے درگاہ پہنچنے کے بعد بڑی افسردہ اور گہرا ہنس کے ساتھ یہ بات کہی۔

"تم وہاں کیوں نہیں چلے جاتے؟"

میں نے اس کے ساتھ جھجکی میں وہاں جایا کرتا تھا۔ وہ پرانے کچھوں کا گھر تھا۔ یہ لوگ میری

والدہ کے قریبی عزیز تھے۔ ان کا مکان بہت بڑا تھا جس کے چھتہ درجوں میں کئی خانہ بن رہے

تھے۔ ان سب خانہ انوں کے سر پر ایک عظیم صاحب تھے جنھیں شہر میں کوئی خاص شہرت

موصول نہیں تھی لیکن اس کے دستانوں سے ان کے یہاں اتنے مریض آتے تھے جتنے شہر

کے نامی و ناموروں کے پاس بھی نہ آتے ہوں گے۔

اس مکان میں تقریباً بہت جاتی تھیں میں میری والدہ کو خاص طور پر بلاتا تھا اور

اکثر وہ مجھے بھی ساتھ لے جاتی تھیں۔ میں ان قریبیوں کی محبت و محبت و محبت کو بڑی دلی جھنجھ

تے دیکھتا تھا۔ میں یہ بھی دیکھتا تھا کہ وہاں میری والدہ کی بڑی قدر ہوتی ہے اور ہی کے پہنچنے ہی

سارے مکان میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ وہ خود بھی وہاں کے کسی فرد کو غلامی نہ کرتیں،

پہنوں اور برادریوں کو اپنے پاس نہیں، ان کے پاس آپ جانتیں اور وہاں کے خاندانی

جنگلوں میں، جو اکثر ہمارے ان کا بیٹھ سب کو سنبھال جاتا تھا۔

وہاں اتنے بہت سے لوگ تھے، لیکن جو اس وقت عظیم صاحب کا چہرہ اور والدہ صاحبہ کا

تھا وہ بھی شاید اس دور سے کہ نہ میں اور میری والدہ میں بھی ہی خاندانی مشابہت تھی۔ اسی جگہ

اتنے بار سے کہ وہاں ہر طرح کی صورتیں، مرد اور بچے سب جتنے تھے ان کے ہجوم میں گھری ہوئی

رہی والدہ جگہ اسی معلوم ہوتی تھیں جیسے بہت سی باتوں کے پیچ میں کوئی پہل کھاتا ہو۔

لیکن اس وقت وہ اپنا فریاد نہ کر رہا تھا۔ میری طرف گھما کر اسے دیکھ کر ہی آنکھوں

سے سیرا بہہ روکنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"خدا ہی آواز دیکھتی ہوئی ہے، پچھانی وہی چیزیں دیکھا کہ؟" انھوں نے کہا۔ اور پھر کہا،

"تم وہاں کیوں نہیں چلے جاتے؟"

"وہاں... سب میں وہاں کسی کو پہچان ہی نہ پائی گا۔"

"دیکھو گے تو پہچان لو گے۔ نہیں تو وہ لوگ خود بخود نہیں گئے۔"

"اچھا، میں جاتے، میں نے کہا، سب جگہ راستہ ہی یاد نہیں۔"

"پھر تمہارے قریب آتا ہے گا۔"

"کس طرف؟" میں نے کہا، "سب جگہ تو ہل گیا ہو گا۔"

"کچھ ہی نہیں،" انھوں نے کہا۔ پھر ان پر غصت طاری ہونے لگی، لیکن ایک بار پھر انھوں

نے کہا، "کچھ ہی نہیں۔" اس کے بعد وہ باطلی حال ہو گئیں۔

میں درگاہ میں کو سارا دن وہاں رہتا تھا۔ میں نے اس مکان کا راستہ یاد کرنے کی کوشش کی۔

میں نے ہی وہاں کا شور کیا کہ سب میں رہی والدہ کے ساتھ وہاں جایا کرتا تھا۔ میں نے اس مکان کا

غصہ ہی یاد کرنے کی کوشش کی لیکن مجھے اس کے ساتھ یاد نہ آیا کہ اس کے بعد والدہ کے

ساتھ ایک ٹیلا تھا جو کچھوں کا چارہ لے جاتا تھا۔ اسی کے ساتھ مجھے یاد تھا کہ کچھوں کا چارہ تو شہر کے

مغرب کی جانب تھا، اس پر چاند کی گھری نہیں تھی اور اس تک پہنچنے پہنچنے شہر کے آگے قسم جاتا ہے

میں نے اپنی والدہ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ ہاتھ اسی طرح چپے کہیں وہ مجھ کو اٹھا کر لیتی تھیں۔ اور وہ سمجھا کہ میں نے ہی کا کہہ کر غرض اٹھا رہا ہے۔ اور اگر وہ ہاتھ داخل نہیں کیوں میں نے اس سے کہا۔  
 "آئیے آپ کو آپ کے کمرے میں پہنچا دوں گی سو رہے ہیں وہاں ضرور پہنچ گا۔"

وہ سر سے دن سو رہا تھنے کے کہ وہ بھر میری آنکھ کھلی۔ اور آنکھ کھلنے کے کہ وہ بھر میں ٹھہر کے رہا نہ ہو گیا۔

۲

خود اپنے کھٹے کے منہ کی بجائے طرف ایک دھڑ سے میرا گزر نہیں ہوا تھا۔ اب میں جو دوسرے گزرا تو مجھے بڑی تیریاں نظر آئیں۔ کچھ سناں چپے ہو گئے تھے۔ جالی پڑے ہوئے سناٹے چھوٹے چھوٹے بازوؤں میں بدل گئے تھے۔ ایک پر اسے منظر کے گھنڈوں کی جگہ عمارتی گھنٹی کا گھام ہی گیا تھا۔ جی پھروں سے میں بہت چلے آگیا تھا میں سے کوئی نظر نہیں آیا، اگرچہ مجھ کو جانتے والے کئی لوگ سٹے میں سے گئی کو میں ہی پہنچا تھا، لیکن مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ میرے ہی کھٹے میں رہتے ہیں۔ میں نے ان سے دوسری باتیں بھی کہیں لیگیں کسی کو یہ نہیں بتایا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔

کہ وہ بھر میرا گھر چکے رہ گیا۔ کھٹے کی منڈی آئی اور اٹھ گئی۔ پھر وہ وہی دوسروں کی منڈی آئی اور چکے رہ گئی۔ ان منڈیوں کے داہنے ہاتھیں دور دور تک پہنچ سکتی تھیں جی پر کھانے پینے کی مادیوں کو ان میں لپی ہوئی تھیں، لیکن میں جس سرگرم پر مددگار کے ڈھونڈ رہا تھا اس پر اب جاننا کہ کھٹے نظر آ رہے تھے۔ کہ وہ آگے بڑھ کر سرگرم ہاتھ لگی ہو گئی۔ راستہ پاؤں سے پائے کے ہاتھوں کے چھینے خاکی میں سمجھتے جا رہا ہوں، اس لیے میں آگے بڑھا گیا۔

دو چپ میں تیری آگئی تھی اور اب بھی سرگرم کے آثار ہی ظہور ہو گئے تھے۔ اندازہ کہ انہوں نے ہاتھوں والے درختوں کی دھندلے مگر تیرسی میری جیسے نظروں کے دور پہاں اس کا تصور کیا جاسکتا تھا، لیکن ہاتھ پر نظروں اس طرح منتظر ہوئیں کہ سرگرم ہاتھ کے چھلچھلے ہوئے منہ کی طرح پانی غوطہ کھانے کے کہہ گئی۔ یہاں پہنچ کر میں تڑپ میں پڑ گیا۔ مجھے گھر سے کھٹے ہوئے بہت دور نہیں ہوتی تھی اور مجھے جیسی خاکی میں اپنے کھٹے سے بہت دور نہیں ہوں، پھر ہی میں نے وہاں پر غصہ کر دیا کی راستہ پر گرنے کی کوشش کی۔ میں نے کچھ ڈر کر دیا۔ گواہوں نے ہاتھوں والے درختوں کی آنکھیں دھیں پر ہر طرف تھیں۔ میں نے ان کی نظروں کے دور پہاں سرگرم کا تصور کیا تاہم ان کی نظروں میں شاید میرے تصور کی دھندلے تھیں، اس لیے کہ اب ان کا نہیں پتا نہ تھا۔ اپنے حساب سے میں ہاتھ لپی میری سرگرم پر چلا آیا تھا، لیکن مجھے ہاتھ اس کا تجربہ ہو چکا تھا کہ وہ کھٹے میں میری معلوم ہوئے والی سرگرمیوں اتنے غیر معمولی طرح پر ہوا تو سرگرم جانتی ہیں کہ ان پر پہنچنے والے کو غصہ ہی نہیں ہوتی اور اس کا رونا کہہ کا کہہ ہو جاتا ہے۔ مجھے جیسی خاکی پر اس تک پہنچنے پہنچنے میں کئی درجہ ہوا تو سرگرم چکا ہوں، اور اگر مجھ کو سرگرم کا سراغ نہ مل سکا تو میں ملو سے اپنے گھر تک نہیں پہنچ سکتا، لیکن اس وقت مجھ کو وہاں ہی کے راستے سے زیادہ عجیبوں کے ہاتھوں کی گھر خفیہ جو کہیں دیکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہر طرف چھلچھلے ہوئے درخت اتنے چھوٹے تھے کہ زمین کو کوئی پتا نہ تھا۔ میری جگہوں سے وہ جلی نہیں تھا، لیکن میرے ہاتھیں ہاتھوں میں دور تک دھنی ہوئی تھی اور اس پر جب تک کہیں جھڑپیں آپس میں لگی ہوئی تھیں۔ ان کی وجہ سے ہڈی کے دوسری طرف دھنکیسی صدمہ نظر نہیں آتا تھا۔

اگرچہ مجھ کو تو دوسری ہر گاہ میں نے سنا اور اسی سمت ہل پڑا۔ میرا اہلایاں صبح تھا۔ جھڑپوں کے ایک ڈھانچے جھڑپوں سے لگنے ہی مجھے سامنے کشمکش رنگ کی اٹھائی اٹھائی رہا، ایک مکان نظر آیا۔ وہ مکان نہیں خاص کی بجائے عادی تھی، تاہم میں سیدھا اس طرف بڑھا گیا۔ اس کے دوروازے پر کسی کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی جس کے قریب قریب سب صرف مٹ چکے تھے۔ مکان کے اندر جاسوئی تھی لیکن وہاں نہیں بھی وہاں مکانوں سے باہر لگتی محسوس ہوتی ہے، اس لیے میں نے دوروازے پر تھیں ہر دستک دی۔ کہ وہ بھر دوروازے کے دوسری طرف

بلکی سی آہستہ جوتی اور کسی نے آہستہ سے پوچھا  
"کونسا صاحب ہیں؟"

جاننے سے کہا فائدہ نہیں لے سچا اور کہا

"میں شاید راست بھول گیا ہوں۔" گھیسوں کا چہرہ ترہو مری گھیس ہے۔  
"گھیسوں کا چہرہ ترہو؟ آپ کہاں سے آئے ہیں؟"

یہ غیر متعلق بات تھی۔ اپنے سوال کے جواب میں سوالی سے کہہ چکے بلکی سی جھنجھوٹ  
موسر ہوئی، لیکن دروازے کے دوسری طرف کوئی صورت تھی جس کی آواز نرم اور ہم بست  
صوت تھا۔ اس نے دروازے کے غلیظ سے گلے ہوتے ہٹ کر پکارا تھا۔ اس کے جاملے بازو  
پائل سے دنگے ہوتے تھے۔ جگہ دویم سا جہاں کہ دروازے کا پٹ تھوڑا کھلا اور ایک لمبے کے اندر  
بم کو دروازے کے چھکے پھوٹی سی نیم تاریک ڈھیر سی نور ڈھیر سی کے چھکے مسی کا ایک گوشہ اور  
اس میں گئے ہوتے اندر کے درخت کی کچھ خاصیت نظر آ گئیں جس پر دھوب باز رہی تھی۔ اور  
دوسرے کے لیے کچھ کچھ یاد آیا کہ میری وجہ کبھی کبھی تھوڑی دور کے لیے اس مکان میں بھی  
اترئی تھیں۔ لیکن اس مکان کے رہنے والے بچے پانچ آئے۔

"آپ گھیس، باہر سے آئے ہیں؟" دروازے کے دوسری طرف سے پھر آواز آئی۔

بلکی نہیں، "میں نے کہا اور اپنا اپنا جانا۔ پھر کہا "بست دونوں کے بعد نوچ آیا ہوں۔"  
ور کے بعد بچے جو جواب دیا

اس مکان کے چھکے چلے جاتے۔ چہرہ ماسخے ہی دیکھائی دے گا۔

مکان کے اندر وہی جگہ سے کبھی ہوا سی صورت کی ہماری آواز سنائی دی،  
"کون آیا ہے صبر؟"

میں دسی ٹکڑا دوا کہ مکان کی پشت پر آ گیا۔ سامنے دور تک چمسنے بڑے کئی ٹپٹے نظر  
آ رہے تھے اور ان کی بہ ترتیب ٹھاری پھر ایک سرنگ کا تصور پیدا کر دی تھیں۔ پچھلے مسن  
مٹی کے ٹوٹے تھے، لیکن ان سے ذرا بہت کر ایک ٹپٹے پر جھاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ میں نے اس  
ٹپٹے کو حور سے دیکھا۔ جھاڑیوں کے پتے پتے میں لگی قبروں کے لٹکان لٹکان تھے۔ بعض بعض

قبروں پر چلنے کی سہولت دھوب میں چمک رہی تھی۔

۳

مکان چہرے کی ٹوٹ میں تھا اور اس تک پہنچنے کے لیے جگہ چہرے کا آدھا پکار کاٹنا پڑا۔ پرانی  
ٹکڑی کے ہماری صورت دروازے کے سامنے کھرا اور تک میں سوچتا رہا کہ اپنے آنے کی اطلاع کسی  
طرف کر دیں۔ دروازے کی ٹکڑی بہت دیر نور تھوڑی سیلی ہوئی تھی۔ اس پر دھوب دیتے کا کوئی  
فائدہ نہیں تھا، پھر بھی میں نے نہیں ہاں اس پر باخودا، لیکن اپنی دھوب کی آواز نور کو چمک  
سے سنائی نہیں دی۔ جگہ شہر ہا کہ مکان درہاں ہے۔ میں نے دروازے کو آہستہ سے دکھایا تو  
اس کے دو خون پٹ پڑی سوت کے ساتھ اپنی چلوں پر گھوم گئے اور مجھ کو اپنے سامنے ایک  
کلہ ڈھیر سی نظر آئی جس کے ایک سر سے پڑھنے کا پتہ لگ گیا تھا۔ میں دروازے کے  
قرب گیا اور اب جگہ مکان کے اندر لوگوں کے ہوتے جانے کی آواز سی سنائی دی۔ میں نے  
دھوب دی اور اندر کسی نے کئی کو پکارا کہا

"دیکھ کوئی آیا ہے۔"

شب سیر ادراغ سواہوں سے حشر جو ان صرور ہوا۔ اس مکان میں کون کون ہے اس میں کسی  
سے کہا بات کون کا اپنے آنے کی عرض کیا بھائی گا اپنے کو کسی طرح پہچانوں گا۔ میرا ہی ہانا  
کہ وہاں ٹوٹ پڑی، لیکن اسی وقت ہوا سے کے چھکے سے کسی صورت نے دنگے لیے ہیں پوچھا  
"کون ہے؟"

میں نے اپنا پورا نام بتایا۔

"کسی سے تھا ہے؟"

اس کا سیر سے اس ایک ہی جواب تھیں  
"تکیم صاحب سے۔" میں نے کہا۔



آجے اندر چلے آجے۔

اُپر سے ٹاٹ کا پردہ ایک طرف کر کے میں اس مکان کے کسی میں اتر گیا۔

۴

بڑے کسی اُپر سے غریبے دھانوں، مٹ لٹونوں، کھنچوں اور ٹوکڑی کی مچاؤں والے مکان میں نے اپنے بچوں میں بہت دنگے تھے۔ یہ مکان ہی سے صحت نہیں نڈا لیگی بگے پاؤں آتا کہ کہیں میں یہاں آ کر نہ تھا۔ کتاؤ کسی کے بچے میں کچھ لمبوں کے پلے رک کر میں نے دیکھا کہ مکان کا سر درم آ رہا ہے۔ کئی کھنچوں سے عورتیں گھبرا کر اس مکان کے کھنچوں سے میری طرف دیکھ رہی تھیں۔ میں نے اندازہ لگا کر اس گھر کی کچم کو کسی بھٹے میں جوتا چاہیہ اور سیدھا اس دھان کی طرف بڑھتا چلا گیا میں کی ہاتھ مچاؤں میں عورتوں کے بڑے کھٹے کھٹے رہے تھے۔ دھان میں کچے عتوں کا چٹا کتاؤ اس کے دونوں طرف بہاری مسرہاں تھیں۔ سب پر صاف دھل جوتی چادریں لگی تھیں میں میں سے اچھٹ کا اچھی کھٹ میں نے ٹوٹا تھا۔ چو کے پر ایک سفر عاتقون خوشی جوتی تھیں۔ میں نے انھیں پھانے بغیر سلام کیا انھوں نے آہستہ سے مسکرا کر بہت سی دعا میں دیں۔ پھر یہ میرا "بیٹا آجی دوسرے مکان بول دے۔"

مجھے خیال ہوا۔ سوال اس لیے نہیں کیا گیا ہے کہ اس کا جواب دیا جائے، لہذا اپنے مکان پر قابضی کے ساتھ میں نے ہی کی راج پر ہی کی، اور وہ بولیں!

"تھیں تو اب کہا پادہ ہو گا بحث چتے میں تم یہاں آتے تھے تو ہاتھ کا کام نہیں چیتے تھے۔"

پھر انھوں نے ایسی کئی چیزیں کا ذکر کیا میں کے بعد میری وجہ کو اس مکان میں صحت میری تھ کی وجہ سے کئی کئی دن کا پڑا تھا۔

"شب بھی تم روتے ہوئے جاتے تھے۔" انھوں نے کہا اور دپٹے کے پلو سے آنکھیں

مضبوط دوسری طرف ہے۔ وہیں جاؤ۔ وہ تیار ہو رہے ہیں۔"

آخری عتوں تک پہنچنے پہنچنے آواز دہر جانا شروع ہو گئی تھی، اس لیے میں نے جلدی سے

گورڈا باندہ آواز میں کہا،

"اندرو طرح کو آؤ گئے۔"

آواز پر قریب آگئی اور اب اس کے لیے کاروباری کچم ہو

"آپ کہاں سے آتے ہیں؟"

میں نے یہاں بھی اپنا اپنا بتایا کہ قوت کیا، پھر اپنی وجہ کا نام لیا پھر قوت کیا پھر ان کا گھر کا نام بتایا۔ بتایا کہ میں ان کا بیٹا ہوں اور پھر بگھٹنے بگھٹنے کہتا ہوں وہ کہ نام بھی بتا دیا جس سے میں بچوں میں چڑھا تھا۔ میں نے یہ سب کچھ بہت سے تر جب انداز میں بتایا، مجھے پودے کے نو صوبہ صحت نے کسی کے پوچھنے پر ہر سے ہر وہ کہ کے خبر دیا، اور مکان کے اندر عورتوں کے بولنے کی آوازیں خود ہی دہ کے لیے تیز ہو گئیں۔ بگے ہی آوازوں میں اپنی وجہ کا گھر کا نام اور اپنا کچھ دھان بار بار سنائی دیا۔ یہ دونوں نام میں بہت دھان کے بعد میں دیا تھا۔ بگے بھی ہو گیا کہ اگر یہ نام ہی طرح سنائی دیتے رہے تو مجھ کو اس مکان کا پردہ کھنچ کر اس کے رہنے والے سب یاد آتے ہیں گئے ایک میرے دوسری میں ایک کتاؤ کسی کا عتوں بتا شروع ہی ہو گیا تھا، لیکن میں اس وقت بھی کسی کو کھنچا بہت کے ساتھ ٹاٹ کا پردہ میری طرف بڑھا، پھر اندر اور اس کے نیچے سے ایک باغیچہ کا کھنچا نمودار ہوا۔ میں ایک کتاؤ سے ہو گیا اور باغیچہ کے ہوتے ایک کتاؤ اندر سے ڈیڑھ میں آیا اور مجھے سلام کرتا ہوا صوبہ دھان سے باہر نکل گیا۔ میں خاموشی کو کام انتھار کرتا رہا۔ کتاؤ بعد پودے کے چھکے سے دلی دلی آوازیں آتیں اور ہار پانچ اٹھیں پودے کے نیچے سے نکل کر ڈیڑھ میں آئیں۔ ان کی بے ترتیب رفتار دیکھ کر صاف معلوم ہوتا تھا کہ انھیں باہر کی طرف جتنا گیا ہے۔ اٹھیں آہستہ میں یہ جگہ نہیں سی کئی اور کھنچا جوتی صوبہ دھان سے کی طرف بڑھ گئیں۔ اس کے بعد مکان کے اندر سے دہ تک کوئی آواز نہیں آئی۔ میں ڈیڑھ میں کھنچا کھنچا لگا گیا۔ بگے دھیم جاتے گا کہ پودے کے چھکے سے ورنہ مکانوں دلی خاموشی باہر نکل کر مجھ کو اپنی لپٹ میں لے رہی ہے۔ لیکن اسی وقت دوسری طرف سے کسی نے کہا،

پر نہیں۔

اسی وہ ان مکان کے صحت و بھروسے سے علی علی کر عورتیں اس پرانے دھن میں جمع ہوتی رہیں۔ اس میں سے زیادہ تر سنے لہذا عورت خود گریا۔ بچیدار غلط سیری کھیں نہ آتے تھے لیکن میں نے یہ ظاہر کیا کہ ہر عورت کے لئے وہی کوئیں مکان کیا ہوں اور ہر رشتہ جگہ پہنچے ہی سے سلام خدا۔ سب عورتوں نے دھن میں بہت بہت سنا لیں کہ کوئی لکھی کر لگی تھی۔ سب سنے سنی وہ پہنچے ہوئے ہوتے تھے نہیں جی میں سے بعض بعض گھر کے گئے ہوتے سلام جو سنے تھے۔ ہر ایک کے پاس میرے بچوں کے فیس کا ذخیرہ خدا۔ جگہ میں کے کورے کا ہوا اور وہ ایک عورت دکھایا گیا جس پر سے اگر کہیں سے جوتی ہو گیا تھا وہ جگہ سے جوتی دیکھ کر سیری دھن ہی سے جوتی ہو گئی تھیں۔ سیری عورتوں کا ذکر پھر تو سلام جا کہ میں نے وہاں پر موجود ہر عورت کو کسی نہ کسی عورت کا نشانہ بنا دیا تھا۔

جگہ اس میں جا کہ میں دور سے ایک عورت بھی نہیں ہوا ہوں۔ سب لوگ شاید سب میرے ہونے کے منتظر تھے اور دھن میں جگہ عورتوں ہی ہو گئی تھی۔ میں نے جو عورتوں کو دھن میں توڑنے کے ہر ایک طرف میں ہر لڑکیاں خوشی دکھائی دیں۔ میں نے اس سے اس کی تعلیم اور دوسرے مسئلوں کے بارے میں دریافت کیا خود میرا ایک دوسرے کے قریب کھینچے گئیں اور ان کی طرف سے دوسروں نے جواب دیا۔ اس سے کہہ سکتے ہیں کہ کسی وقت آکر دھن گئے تھے۔ میں نے ان سے اپنے خیال میں اس کی دل نہیں کی کہ ہر باتیں کہیں، لیکن جگہ سلام نہیں تھا کہ انہیں کی باتوں میں دل نہیں ہے۔ لڑکے جگہ سے خوف اور لڑکیاں ہر صورت سلام ہوئیں، لیکن لڑکیوں کا غصہ نہ اچھا تھا۔ میں ان سے کہہ کر انہیں کہنے کے لیے ان کی دل نہیں کا کوئی موضوع سوچ رہا تھا کہ ڈیوڈن کے دوڑنے سے ہر گھر گھر آہٹ ہوتی۔ سنا لیں وہاں لڑکیاں آگیا تھا۔ اس کے باتوں میں انہاری کاہن کی کئی بڑیاں نہیں جی میں بعض پر پکھانی پھوٹ آئی تھی۔ اس نے دھن کی طرف دیکھ کر کہہ لہذا وہاں لڑکیاں آہٹ کر لیں کہیں۔ کہہ کر وہ قریب کے کسی دور سے ان کے خیمے اور پکھانی کے پر تے چنے کی آواز میں آئیں۔ جگہ وہ دھن آوازوں میں ہمیں ہی متا بہت موسی ہوئی، اور یہ بھی شبہ ہوا کہ لڑکیاں میرے ہونے کی علی ابھری ہیں۔

میں نے اندازہ کرنے کی کوشش کی کہ جگہ اس دھن میں بیٹھے ہوئے کتنی دور ہوتی ہو گی، لیکن اسی وقت میرے پاس باؤ پر ایک دھن دکھائی اور اس کی مجلس کے چھ حکیم صاحب کھڑے نظر آئے۔ میں نے انہیں دھن پہاں لیا۔ دوسرے ٹوٹی کا دھن پر دست کر رہے تھے۔ پھر وہ مجلس کی طرف منہ کر کے اپنی جگہوں میں کہہ بیٹھے تھے۔ ان کے چھ ایک اور دھن نظر آ رہا تھا جس کے قریب رسائی مردوں اور عورتوں کا جمع تھا جاتا تھا۔

اگر سے بھی ہم آ رہے ہیں۔ حکیم صاحب نے کہا اور مجلس اٹھائی۔

آپ نے آئے، لڑکی انکم ہوئیں، تو کچھ کون آیا ہے۔ یہاں۔

حکیم صاحب دھن میں آ گئے۔ میں نے بدی سے آہٹ کر انہیں سلام کیا اور انہوں نے آہٹ سے میرا نام لیا۔ پھر بولے

”یہاں آپ کو بہت بدل گئے، تمہیں اور دھن تو باطل نہ پہناتا۔“

کہہ کر ایک دھن جگہ میرے بچوں کی باتیں بنا سنے اور میرے دھن کی وضع دھن کے لیے سنا رہے۔ اسی میں ایک عورت دھن کی ایک لمبی کھنٹی میں کھانے کی چیزیں لے کر آ گئی۔ میں نے ایک نظر کھنٹی میں لگی ہوئی کھنٹی کی تارک فطروں کو دیکھا۔ اس میں زیادہ تر ہار کا سناں تھا، لیکن کچھ چیزیں لڑکی کی تھی جو تھی بھی تھیں۔ حکیم صاحب نے کھنٹی کی طرف اشارہ کیا اور بولے ”یہاں کھنٹ سے کام مت لیجے گا۔“ پھر انکم سے بولے، ”ابھی جتنی ہم کو رو رہی ہے۔“ اس کے بعد وہاں میں اپنے گھر سے چلے گئے۔

اس کو طلب سے فرصت ہی نہیں ہوئی، جنگ نے عورت کے انداز میں کہا۔ وہ کہہ کر ہی کہہ رہی تھیں، لیکن میرے شاید کہہ کر کو غصہ کی سی عورتی ہو گئی تھی، اس لیے کہ جب میں چلا تو دھن میں صرف جنگ تھیں اور اس کی دو کھانوں پر کسی سونے کپڑے کے پوسے مٹل رہے تھے۔ صرف بچہ کی کھانہ کھلی ہوئی تھی اور اس میں کھانا، فطرہ جی میں جاتا تھا، لیکن دھن طرف ہر کھانا تھا کسی باتیں طرف۔ میں نے مجلس کی جانب دیکھا۔ دوسرے دوڑنے کے قریب حکیم صاحب ایک بوڑھے رسائی کی بیٹی پر ہاتھ دے کسی سطح میں ڈبے ہوئے تھے۔ میں انکم کی طرف دھن میں پر ہی غصہ کی عورتی تھی، لیکن قریب کی کسی مٹکی سے لڑکیوں کی کھنٹی کھنٹی میں کی



قبروں کی محدود سیر سے اندازے سے زیادہ تھی۔ لیکن پتاور کا وہ جھنڈا خوب تھا جو ایک بہت پرانے سانپ کا سسکی بٹا ہوا تھا۔ جو لوگ اسے دیکھنے کا دعویٰ کرتے تھے، ان کا منہ خاک اس کے بھی پر پل گئی آئے ہیں۔ بچے پتاور کے جھنڈے کے پاس گھپٹتے رہتے تھے۔ بچہ میں تو اس کے اندر جا چھوٹا تھا، لیکن سانپ سے کہیں کسی کو قصداں نہیں پہنچا تھا۔ شاید اسی وجہ سے یہ بات مشہور تھی کہ وہ کئی پشتوں سے عظیم خاندان کا گھرانہ ہے۔ شگ دو سبز پتاور کے اس جھنڈے کا نقش سیر سے وہی ہیں بالکل واضح ہو گیا تھا، لیکن یہ بچے پانہ آسا کہ وہ بچہ ترسے پر کسی طرف تھا۔ جس جگہ اس کے سنے کا بچے گھرائی شاخوں پر کئی قبریں نہیں ہیں یہ بچہ سنے کی سفیدی چمک رہی تھی۔

بچہ ترسے پر سے مکان کے صحروروزانے کو ہیں دیر تک دیکھتا رہا۔ سیرابی چاہتے تھے کہ اس پر دستک دیں، اور جی چاہتے تھے کہ اسے روکا جائے، لیکن پھر رک گیا۔ یہ بہت دیرپا بات ہو گئی، میں نے سہارا، اور بچہ ترسے پر سے مکان کی حالت صحت اندر گھا۔

## جانوس

The world, unfortunately, is real.

Jorge Luis Borges

ہفتے چوراس سو غنیمت اکٹھی ہو گئیں  
عالم علی گاہی صحتی

آندھلی کے آسمان تھے۔ دور شمال کی طرف آسمان زیادہ چمک رہا تھا اور وہاں بھی سفیدابٹ تھی۔ سوا کی رفتار تیز ہو چکی تھی لیکن ابھی اس میں تیزویری نہیں آتی تھی۔

اسی رات بھی مجھ کو خواب نہیں آری تھی مگر میں نے بستر پر ایٹ کر اپنی بھادی۔ مگر سہ کے اندر وہ شنی۔ بہت دھماکہ دہشتی۔ کی طرح داخل ہو رہا تھا۔ میری چوتھی کوٹ نے پھر میرا سہ مشرقی دروازے کی طرف کر دیا۔ دروازے سے وہ دم آگے نکلے آسمان کے نیچے میرا تھوڑا کمانت بنا دیا تھا۔ میں دیر تک اس کی طرف دیکھتا رہا۔ آندھلی کے آسمان صوبوں سے ہی نکلنے کے کان دہرہ کر پھر نکلے گئے تھے۔ وہ عام کنٹوں سے بہت بڑا تھا۔ مجھ کو یہ سوچ کر غصی آتی کہ وہ سب چلے ہیں اسی نکلے کو اپنے دور کوٹ کی جیب میں رکھ کر لایا تھا۔

"ہائڈرا" میں نے اہستہ سے کہنے کو پکارا۔

کہنے نے جیسے جیسے وہ میں کو دم ہٹاتی۔

"ہائڈرا"

کہا کہ کر گھبرا گیا۔ اس نے دہشتی پکار کر کہنے پھر زرا آگے بڑھ کر دروازے سے اپنا ہاتھ نکالنے لگا۔ اسے مگر سہ کے اندر داخل ہونے کی اہلیات نہیں تھی۔

"دشہ ہائیڈرا ہائڈرا"

کہنے نے پھر وہ میں پکار کہنے اور اس بار دروازے سے نکل کر دھشتی گیا۔ مجھ کو پھر وہ بہت صوبہ صوبہ ہونے لگا اور اب میری آنکھوں پر خواب کی جھل پڑا۔ بھلی جی منہ نہ کی۔ میں نے

و اسی کوٹ کے گرد و نرسے کی طرف پھرتے گئے۔ سر کے نیچے سے ہاتھ بٹاتا ہوا میرے لمبائی سے  
بہرہ ہوا ہو گئے۔ یہ خون کی حسرت تھی۔ میں نے آنکھیں کھولیں اور بند کر لیں۔ لیکن جب میرے  
لمبائی کی سیدھی صلیبیت کی کہ کو کچھ بجلی تھی اور یہ مسلسل لمبائی میں بکے اپنے دوس کے  
اند میرے میں تھوٹے مسلم ہو رہے تھے۔ اسی وقت میرے کو آنے ہی کی آواز بہت قریب سنائی دی۔

آنکھیں آدھی بند ہیں۔ میرے سوا۔ میرے لمبائی میں وہاں بہت ہوتا ہوا قلوب و باخاک کی سیری  
ہستہ پر کا گئے اور آواز میں ہوا۔ میرے کو دیکھا کسی ہوا جیسے سیری آنکھیں اور دیکھی اور جسم پر  
سے کھائیں ہی گھنٹی کی گئی ہیں۔ میں نے قلوب گرد و نرسے کی طرف کوٹ لی۔ میرے کو کھنے پر صبر  
آگیا تھا۔ لیکن کب کب دوسری جگہ پر نہیں تھا۔ وہ میرے کھانا کچھ چارہ تھا اور اس کی ذائقے اتنی جوتی  
آواز سے صبر خاک کو اسے کوئی آہٹ مل رہے تھے۔ وہ سیدھا اس آہٹ کی طرف دھار رہا ہے۔ اسی وقت  
کھانے سے گرد و نرسے کے باہر ہمارے ایک ہمارے ہی گئی اور پھر کا اند میرے ہی گھرا رہا ہے۔

ہمارے میں نے اپنے آپ سے کہا۔ "لیکن میں حاضر سے مرعوب نہیں ہوں۔"  
نیچے سے پر کھنے کی آواز آتی تھی اس بار اس کی آواز جوتی ہی تھی اور اس میں اس کی  
موسمیں ہر گز بھی حال تھی۔

اس نے گہرے دیکھا ہے۔ میں نے سوا۔ اسی کے ساتھ آدھی نے فراہم کے ساتھ گھر سے  
کے شمالی دور و نرسے پر گھڑی اور دور و نرسے کے اوپر دھار دوسری دلی گئی کہ۔ میرے کھنے دوسری  
اس سے داخل ہو کر گھر سے کی جوتی و دور سے گھرانے اور دلی گھر گھر بہت کے ساتھ دور سے  
گھنٹے ہوتے نیچے فرش پر آ گئے۔ اس سب آوازوں پر کھنے کی آواز بھی تھی۔ وہ دور و نرسے پر کھ رہا  
تھا۔ ہر بار اس کی تھک تھک دیکھی جوتی چارہ تھی۔ میرے لمبائی خاک کو وہ ہوا سے جڑا ہے۔ لیکن  
مہانگ بکے شہر جا کہ میں نے ایک انسانی آواز میں سنی ہے۔ کھنے کی آواز نور نیز ہو گئی۔ میں نے  
کافوں پر زور دیا۔ کھانے کی گھانٹ نہیں تھی۔ ایک گھنٹ گھنٹ ہی لیکن جوتی آواز کھنے کو کہہ کر  
چارہ ہی تھی۔

میں بستر سے کود پڑا۔ میں بڑا بڑا کی سترائوں سے واقف تھا۔ اس وقت آگے دھار کھ رہا  
تھا۔ میں نے یہ نہیں سوا۔ اس لیے کہ کچھ ہو کوئی ہی خاص کی زندگی خلو سے میں تھی۔ میرے

کو اسی اسی یاد آیا تھا کہ میں نے آج برآمد سے میں گھنٹے دھار دھار نہ نہیں کہا ہے اور دیکھ کے  
بہرے کھنے دھار دھار ہر گز بھی اسی تک کھانا ہے۔ میں نے پانی سے دوسری گھنٹیں کھائیں اور  
جوتیوں کو ان میں شہنا چا تھری سے دینے اور نہ لگا۔

"پکڑنا" "میں نہ سے پکڑا۔" "نہیں پکڑنا۔"

نیچے برآمد سے میں کچھ کر رہی تھی۔ میرے کھنے کو آواز دی۔ چانگ سامنے نظر آ رہا تھا۔ کھنے  
نے اسے بند کر دیا تھا۔ آنکھیں اسی دوسری کی طرف نہیں جھکی تھی اور میرے کھنے کے ساتھ میں رہا ہوا  
کا نور کم تھا۔ ہر دوسری دیکھ کے درخت پاد چانگ رہے تھے۔ ہر دوسری کی خاصوں میں الجھ رہی تھی۔  
چانگ کے باہر تھا بہت دوسری تھی۔ اس لیے کہ سامنے مادی دوسری کی کو کھنے کے سامنے میں  
اسی جھٹنے نیز دور و نرسے کی بائیں لایا گیا تھا۔ چانگ کی خاصوں کے سامنے لے جے جو کہ برآمد سے کی  
سیر میں تک کچھ رہے تھے۔ اس سیر دھاروں کے پکڑ میں کا دیکھی جانگ سے سنی آواز کر  
مسئلہ ہر گز دھار تھا۔ میں نے اسے آواز دی۔ اس نے کچھ ڈاکر دیکھا۔ وہ تین چوٹوں میں وہ  
سیر سے اس کچھ لایا اور میرے گہرے پکڑ کوٹ کے پھر دوسری سامنے لگا۔ لیکن میں نے بڑھ کر اس کا  
پکڑ پکڑا۔

"کھنے ہے؟" میں نے پکار کر پچھا۔ سیری قریب چانگ کے باہر ہی جوتی تھی۔ کھنے  
چانگ کی طرف دھانے کے لیے زور لگا رہا تھا۔ میں برآمد سے کی سیر میں ان کے گھر تک اس کے  
ساتھ آگے بڑھا۔

"کھنے صاحب ہیں؟" برآمد سے چانگ کے درمیان دک کہ میں نے پھر پکارا۔ لیکن  
چانگ کے باہر کوئی نہیں تھا۔ پھر ہی میں چانگ تک لایا اور گہرے تک اس کی خاصوں پر ہاتھ  
پھیرا۔ پھر میں کھنے کی طرف طرف۔

"آواز سنو۔ دوسری پچھیں۔" میں نے کھنے سے کہا۔ کوئی آواز نہ تھا مگر صبری وہ سے  
چانگ نہ کہ کچھ کہ۔

میں کھنے کو پکڑے پکڑے برآمد سے کی طرف دھار ہو نہ لگا۔ ہاتھیں ہاتھ کے درخت کی  
خاصوں سے باز پھرتے دوسری پر اگر کہ کچھ رہے تھے۔ میں نے پھر دیکھا۔ پھٹے تھے دھار درخت بہت

وہاں خاور اس کی چلی ہوئی رہی تھی۔ ہم کو اندر بڑھا کر کہیں آئے جی اس کو تھیں نہ پہچان  
اسے۔ ہر جگہ ٹھنڈی آہک اسی آہک میں مٹی آئی تھی اور درخت انہیں جھیل سے  
۳۶ ہے۔

میں پر پہنچا ہوا دھڑلے سے اور میں نے برآمدے کی طرف ہم بڑھا۔ لیکن جگہ خشک  
کرک چھا پڑا۔ زمین پر چانگ کی سیاہ دھاریوں کے درمیان ایک نئی پرچھائیں نمودار ہو گئی تھی۔  
میں نے کتے کے پٹے پر گرفت سنبھال کر لی اور گڑبڑ کر کے دھڑلے سے ہر چانگ کی سطحوں  
سے ٹھیک ہوا کوئی کھرا نہ تھا۔ چھکے سے پڑی ہوئی تیز روشنی میں وہ نمودار ہوئی کوئی پرچھائیں صوم ہوا  
نہ۔ وہ درختوں کا ٹھکانہ تھا۔ ایک ایسا سیاہ مسر نظر آتا تھا جس کی  
کرچھنے سے وہ کی پڑی ہوئی تھی۔

میں نے اپنی جگہ سے ہٹ کر پھر پڑھا اور کتے کا بڑا سیر سے ہاتھ سے جھوٹ کیا۔ کیا  
ہو گیا ہوا چانگ کی طرف بھاگا۔ مسر تیزی سے کئی قدم چھکے بٹ گیا۔ میں نے ڈھک کر پھر کتے  
کا بڑا بڑا کیا۔

میں صاحب میں ۹ میں نے پھر پڑھا کر پڑھا۔ لیکن اب اب بٹنے سے پھٹی آہک میں میں پر  
جھک آئی۔ چانگ کے پاس کی بڑی بڑی مٹی پر ہوا کا پھٹا ہوا پڑا ہوا ایک ہموار سا شاہور  
میں اس کے چھکے چھپ گیا۔ ہوا صوم سے کئی ٹوٹے ہوئے جوئے آئے اور اس ہموار کے ساتھ  
لی کر چھپ گئے۔ ہوا صوم پر چلی تھی۔ ایک نور ہموار کے ساتھ ساتھ سے بھاگا تو مسر  
چانگ سے ٹکرا آیا۔ اس کے ہاں لیے سے ہوا سے اڑا رہے تھے۔

میں صاحب میں ۹ میں نے ہوا بڑھا کر چانگ خورنا کھول دیا۔ اندر آگیا۔  
تو چانگ کھینچی مسر پر ہوئی کہ چھکے سے پڑھا اور اب آہک کی کاٹھرا کھانا تھا کہ ہم کو  
خود بخود آواز کھلی سے سناؤ دے رہی تھی۔

اندہ کوں نہیں آئے ۹ میں نے بچ کر کہا۔ اور اس بار ہم کو جواب بھی دیا۔

کتے کو مار کے رہے۔

میں نہیں جو ملے گا اور آگیا۔

میں کتے کو پکڑنے پکڑنے برآمدے کی طرف بڑھتا ہوا۔ زمین پر چانگ کی سیاہ دھاریوں  
کے درمیان پھٹا ہوا گم ہو گئے۔ میری پشت پر خوروا آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ برآمدے کی  
سبب میں پڑھا کر میں غصہ کیا۔ اب خوروا میرے برابر آچکا تھا۔ مٹی زلی ہوئی کتے میں اس کی  
روشنی برآمدے تک آئے آئے پھینکی پڑ گئی تھی۔ مٹی پر پھینکی روشنی میں ہوا ہر کرنے کے لیے  
کافی تھی کہ آئے دھارست دستہ میں ٹھس ہے۔ اس کا پاس تک سالہ نہیں تھا۔ اس کا رنگ سیا  
کا تھا کہ برآمدے کی دھوم روشنی میں اس کے چانگ لگتے کا خشک پڑا نہیں پڑا تھا۔ اس کے ایک  
ہاتھ میں مٹی سے پڑھا ہوا مسر تھا۔ دوسرے ہاتھ میں مٹی کا کھنڈر جس میں کسی بنا چھپی ہوئی رہا  
کا ٹھیک اب میں کا کھنڈر دھنکھار کر کھینچ کر اس کو زبرد کار آہک لایا گیا تھا۔ وہ میری طرف  
منسوب نہیں تھا۔ اس کی نظریں کتے پر بھی پڑی تھیں۔

میں نے آئے ۹ میں نے پڑھا۔

پہ کاتے کا تو نہیں ۹

نہیں۔ کہاں سے آئے ۹

ہاں کھنڈر صاحب سے تھا تھا۔

نہیں ہی ہوں۔

اب اس نے ہم کو سلام کیا۔ سلام کا وہ دھارست خشکی سے نکلی نہیں تھا۔

میں خوروا کھنڈر صاحب۔ اس نے زبرد کر کہا۔ کتے ہاں کھنڈر سے آپ کے پاس میرا  
ہے۔

ہاں کھنڈر ۹

میں خوروا آپ کے دھارست میں تو کر تھا۔ کتے دھارست میں تھا۔

ہاں کھنڈر میں کھنڈر کہا کہ کھنڈر آگیا۔

میں نے برآمدے سے ملحق ڈراٹھک دھوم کا دھارست کھنڈر کو بلب روشنی کر دیا۔

میں بھی میں تو کہ ہے۔ خوروا دھارست میں داخل ہونے سے پہلے۔

لیکن کی تیز روشنی میں وہ نور زہاد دستہ میں صوم ہوا تھا۔ اور ڈراٹھک دھوم کی آواز میں نے

اس کی شکلی کو ہی دیکھ کر وہاں کے لوگ ہنسنے لگے۔ اس نے ہنسنے کو بھٹکے بغیر کہا: اس کے ہاتھوں کی لمبائی کوئی جگہ سے بڑھتی ہوئی نہیں اور قیاس کی آستینیں گھس گئی نہیں۔ اس کے ہاتھوں کے پچھے کتھنوں سے گہرے پھول رہے تھے۔ پھولی کر گھنی درمی اس کی سیاہ جلد میں مل کر اس کے چہرے کو نور پڑا دکھائی دیتی تھی۔ چوڑی بڑھی اور لمبے ہڈ کا وہ حسن حال آدمی جیسا کہ عجب کہ چند ہی شخصیت کا ایک خاصہ۔ گہرے حواسی رہنے کے بعد اس نے منظر کا منظر پورا کیا۔ وہاں گھر کے آپ کو سلام کیا سے اور خبر کے نوکری پھوڑا دینے کی حوالی مانگی ہے۔ منظر کا کٹر صاحب، وہ آدمی برا نہیں ہے۔ آپ کے نہیں رہے اس پر لکھتے تھے، وہ اس نے میرے ہاتھ بھرا دیے ہیں۔ اس نے ہاتھوں کے نیچے میں سے ایک کاغذ میں پٹہ پڑے نوٹ نکال کر مجھ کو دے دیے۔ اس کے ہاتھ لکھتے پٹہ میں ہی کا کٹر صاحب کو پہنچے دے دیے۔ اسی لیے جانتے آپ کو لکھتے ہیں۔

مجھ کو یہاں گھر کی ایسی دہری پر گھر صاحب۔

منظر، لکھتے کہہ کر کہیں وہی پڑا ہے۔

اچھی بات ہی خیر ہے، گہرے خوش ہوا۔ میں نے اسے اس کی طرف اشارہ کیا۔

منظر کو دھت جوری ہو گئی۔

نہیں، کوئی بات نہیں۔ میں نے اسے ہر سارے پر ہنسنے کا اشارہ کیا۔ غوراً گہرے ہنسنے کے بعد بڑے سارے کے چہرے سے جھجک گیا۔ اس کا سامنے اس کے ہاتھ ہیں خاص۔ اب اس نے ہنسنے کا اشارہ نہیں کیا۔ وہ کٹر صاحب نے نوٹ کی پٹائی پر دکھا اور پٹل بدل کر سے میں ہاتھوں طرف نظر دلائی۔ میری نگاہیں اس پر ہی پڑی ہوئی نہیں۔ اس شخص میں کوئی بات تھی جو میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

تم یہاں گھر کو کہیں کو ہاتھ ہے؟

بہرہ و خوں ایک ہی جگہ میں کام کرتے تھے۔

تم ہی جگہ میں کام کرتے ہو؟

سب جگہ ہو گیا ہوں۔

سب کہا کرتے ہو؟

وہ گہرے حواسی بڑا ہر اس کی گردن جھک گئی اور آواز بھی ہو گئی۔

یہاں گھر کے گھر ہاتھ اپنے لیے ہی کا کٹر صاحب سے بات کرنا، وہ کوئی کام ضرور دیکھیں گے۔

میں ہر سے چھ کہیں آئے؟

نہیں نہیں۔

میں نے گہرے ہاتھ ہے؟

نہیں لکھتے۔ بات بری ہا ہر وہاں لکھی منظر کا کٹر صاحب، لکھتے ہاتھ کے گھر کہیں دل ہی تو نہیں لگتا۔

یہاں منظر لکھتے کہیں ہے؟

نہیں کہیں نہیں۔ قاتلانہ مکان لکھیں ہی میں ہاتھ سے مل گیا تھا۔ وہ صاحب کا انتظار آنا میری سراسر میں ہوا۔ وہاں جگہ سے کہ گھر کا کٹر کے خبرت ہاتھ میں اٹھ آئیں۔ وہ ہی گھر لکھیں تو میں شرم پڑا کر مل گیا۔

یہاں لکھتے کہ وہ سہرا نام شخص ہو گئے کیا۔ وہ گہرے حواسی بڑا ہا خا جو میری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ خوب سراب کی حوالی کے خط میرے کان میں بڑے حواسی سے پڑا ہوا۔

خوب سراب کی حوالی کیا؟

منظر کا کٹر صاحب، غوراً ہاتھ بڑا ہو کر دکھا۔ خوب سراب کی حوالی تو بہت بدل گئی۔

یہاں اس کو منظر صاحب نے طرہ کر چیک کر دیا ہے۔

ہاں منظر صاحب... اس نے گہرے ہاتھ سے پڑا ہوا۔ خوب ہیں؟ خوب منظر مل جائے؟

نہیں، ہا ہر میں۔ منظر ہا ہر ہے۔

لکھتے ہی کہیں؟



بلکہ ٹھیک معلوم نہیں۔

کاسے کے باہر ہیں۔

یہ بھی ٹھیک نہیں معلوم۔

اس کے بعد درج ٹھیک خاصوئی رہی اور پھر خیر سوئی مٹکی صواب آواز سنائی دینی رہی۔

غالب سہ سب کی مصلیٰ۔ خود رو گئے گئے رکاوٹ پر چلا، چوڑی تھی۔

میں نے زامیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

پھر صواب وقت آگیا۔ اس نے سہاٹ کیے ہیں کہ۔ وہ صاحب کی زندگی مصلیٰ میں

کڑی تھوڑا کھینچا میری سر سے میں سو۔ بلکہ یہ بھی نہیں مصلیٰ کے اندر کہا تھا۔ وہ صواب

نہیں... "پگھلے گئے وہ پھر تو گھر گیا اور اس کا سر لٹکے گا۔

میں چپ چاپ اس کی طرف دیکھتا رہا۔

صواب ڈاکٹر صاحب۔ اس نے پھر جو شہار جو کوہنا چٹکنا جا سر اٹھایا۔ آواز مٹی کا زور

گھٹ گیا ہے۔ کئے کوہنا کی ٹیکے کی مٹی وقت ٹکڑے ٹکڑے خارج ہو رہی۔

مجھ کو محسوس ہوا کہ اس کی بھاری آواز اچانک گم گئی سی ہو گئی ہے۔ بلکہ یہ بھی محسوس ہوا

کہ وہ میرے نظریں بند ہوا ہے اور مجھ کو اپنی طرف دیکھنے دیکھ کر پریشان ہو رہا ہے۔

صواب کی سر ہانی سے کوئی کام ہی چاہنے غور... اس نے بسز کو دانتے ہاتھ میں دیا اور

دانتوں کے سونے کھنڈ کو بائیں ہاتھ سے اٹھا کر سونے سے اٹھا چھاپا تو زامیرت سے۔ وہ دوسری کو شش

میں ہی نہ اٹھتا۔ آخر خمیری ہاں اس نے جھلکے سے ٹوک دیا تھا اور اس کے منہ سے جلی سی آواز

اٹھ چلی تھی اس نے فوراً منہ بند کر دیا تھا۔

اب میں نے دیکھا کہ اس شخص کا بدن کا ٹھپ رہا ہے۔

گیا ہاتھ سے اس میں نے اٹھ کر اس کی طرف دیکھنے ہوئے پہنچا۔

گیا... اس نے فور سے گھبرا کر پہنچا۔

تم کا ٹھپ رہا ہے۔

کی نہیں۔

آواز ہوا۔ خود ہی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔

میں باطل ٹھیک ہوں۔ صواب ڈاکٹر صاحب۔ کئے کوہنا کی ٹیکے، اس نے کسی مٹکی کیے

کی طرح کیا۔

پھر میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اسے چاند دیا جائے۔ میں نے دروازے کے قریب جا کر

کئے کوہنا پر چاہنے کا اشارہ کیا۔ کئے نے فوراً اٹھیں کی۔ میں فوراً کی طرف دوا۔

ٹھیک ہے۔ میں نے کہا۔ کئی صبح غور کے طلب میں آجائے۔

خود رو نے مجھ کو سلام کیا اور دروازے سے باہر نکل کر برآمدے میں آگیا، ایک نظر اوپر

کئے کی طرف دیکھا اور برآمدے کی سیڑھیوں پر گیا۔ چند لمحوں میں اس کا چہرہ بھی برآمدے

سے غائب ہو گیا۔

میں نے باب بھانے کے لیے سوئی کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ باہر ایک دھماکا مچا اور

اور ابھی میں اس آواز کو سمجھ ہی نہ پایا تھا کہ دھچکے پر سے گئے کی گین سنائی دی اور اس کے ساتھ کتا

برآمدے سے آگے آ کر بائیں کی طرف چلتا دکھائی دیا۔ میں بھی فوراً باہر نکل کر برآمدے سے کچھ اندر

آیا۔ سامنے چابک کی سائوں کے سامنے میرے ہاتھوں تک آ رہے تھے اور مجھ سے دس پندرہ

فٹ آگے وہ شخص ایک سیاہ دھیر کی طرح زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اس کے گرنے سے چار کا ایک

چھوٹا سا ہڈی اٹھا ہوا ابھی تک اس پر متحہ تھا اور چالی تالی چھوڑ کے چپان کی رو شنی اس کی

وجہ سے گھبراؤٹھ جا گئی تھی۔ کتا ناشائستہ ٹوٹے ٹوٹے لڑی کے ساتھ اس لیے حرکت پڑے ہوئے اس کی

کوہر طرف سے سو گھر رہا تھا۔ مجھ کو دیکھنے ہی کا میری طرف دیا، منہ سے کچھ بار یک آوازیں

کھینچیں اور پھر اس جسم کی طرف دوڑ گیا۔ میرے وہاں تک پہنچنے پہنچنے وہ ہم دونوں کے درمیان کئی

پکارا نکلتا تھا۔

میں اس کے قریب پہنچ کر کچھ دیر میں پڑا ہوا پڑا ہوا تھا۔ بسز اس کے ہاتھ سے چھوٹ

گیا تھا لیکن کھنڈر کا کوڑا ابھی تک اس کی انگلیوں میں پھنسا ہوا تھا۔ کھنڈر کا ٹکڑا کھینچ لیا تھا اور

رو شنی سیدھی اس کے اندر داخل ہو رہی تھی۔ کھنڈر خالی تھا۔ زمین پر پڑے ہوئے آدمی کا دہینا ہاتھ

آگے کی طرف پھیلا ہوا تھا اور اس کی منہ اس طرح کھینچی ہوئی تھی جیسے اس نے زمین کو پکارا تھا۔

پھر اس کا بازو بٹھک رہا تھا۔ وہ نہیں ہار رہا تھا۔ اس نے کھنڈر کو پھڑک کر وہ غصی باتوں سے زبانی پر زور دیا اور اٹھنے کی کوشش کی۔ اس کا سر دھڑک رہا تھا۔ وہ ہانت ہو کر اٹھ کر پھر زبانی سے کہہ گئے۔ اس نے وہ دروازے کی کوشش کی اور میں نے ایک گھٹایا جھکا کر اس کے دونوں بازو پکڑ لیے۔ نہ اس کی کوشش کے بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ جیسی اس کی جانگوں میں دم نہیں تھا۔ اس نے جبکہ کہ ایک ہاتھ سے کھنڈر کو پکڑا اور دوسرا ہاتھ لگا دیا۔

پھر آگے سے۔ اس نے ہاتھ اچھٹے تپ کو دیا۔ اب اس کی آواز بہت گہرے گھم گھم کی ہو گئی تھی۔ میں نے اس کی گھر میں داخلہ دے کر اسے اٹھایا۔ کھنڈر ہی گہرے ایک ہو کر اٹھا۔ پھر غصہ کر رہی ہر گز کہہ۔ کار، جو سبھی کے وہاں کے گھر پکڑ کاٹ رہا تھا، جبکہ کہ اسے آگے آتا اور کھنڈر کو سونگھتا تھا۔

پھر آگے تھا۔ "خود نے مجھ کو دیا۔"

میں اس کو سہارا دے رہا تھا۔ اس نے آگے سے کی سیر میں ایک ایک۔ سیر میں چلتے ہوئے اس شخص پر سے کوئی غصہ ہی نہ تھا۔ اس نے آگے سے ایک ایک روم کے سونے پر اٹھ کر وہ باہر تھیں اور اسے حرکت ہو چکا تھا۔ مجھ کو اس کے زور سے میں ٹھک تھا۔ اس کا ہوا چھوڑا اور ہلی گھر سے اٹھ گئے تھے۔ اس کے دھنسنے والی کھنڈر کی کھنڈر گھم گھم تھی اور اس میں سے سنی غل کی جوت کی چھائی پر گر رہی تھی۔

میں نے اس کی غصہ پر ہاتھ رکھا۔ پھر خیر سے سو رہا تھا۔ کتا ہی میرے چھکے ہو رہا۔ اور اسے اٹھ کر سو پڑنے کے لیے کہا۔ وہ اس کے آگے ایک روم کا دروازہ اندر سے بند کر کے میں دوا۔ خود اس کے سونے پر سے حرکت پڑا ہوا تھا۔ میں نے اس کا ساتھ دیا اور اس کے ساتھ گئے پچھ میں اس نے اٹھیں گھم گھم دیں۔ نہیں یہ اٹھیں بیٹھے کی سی نہیں تھیں اور اس میں گہ نہیں تھا۔ میں نے اس کے پیروں سے کوہر سے دیکھا۔ اس کا ہاتھ غصہ چھتا تھا۔ آنکھوں کے گورہ ایک ہر نہیں تھیں۔ اگر یہ چھتا اس کے پیروں سے وہ نہ تھی جو نہیں خود نہ ہوا۔ منہ سلیم ہوتا۔ اس کی آنکھیں اس کے پیروں سے ہر تھیں اور اس حالت میں ایک کھنڈر کی کھنڈر پڑا ہوا بہت طعنے اور آوازوں والی صوم ہوا تھا۔ لیکن دھیر سے دھیر سے اس کی آنکھوں میں جوت چھٹکتے تھے۔ اس کی

پلکیں خیر خیر تھیں۔ اس نے مجھ کو ہاتھ کی کوشش کی۔ اور چھتا ہوا۔ پھر اس نے اٹھ کھڑا ہوا اور اس کی آنکھوں سے کہہ ہاتھ جاملے تھے۔ میں نے اس کے پیچھے پر آہستہ سے ہاتھ رکھ کر اسے اٹھنے سے روکا۔

"پچھتہ ہو۔" میں نے کہا، "تم اٹھتے ہو۔"

"میں ہاں ہی گا۔" اس نے ہرانی جوتی آواز میں کہا، اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ابھی خدایٰ طبیعت نہیں ٹھیک ہے۔" میں نے اسے اٹھ کھڑا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "تم اٹھتے ہو۔"

"نہیں پکڑو۔۔۔" وہ کہہ رہا تھا، "بہت اٹھتے ہو۔"

میں ساتھ ساتھ ختم کر چکا تھا۔

"میں پچھتہ ہو۔" میں نے کہا، "تو اس میں۔" جبکہ وہ پکڑ گئے۔

میں نے دروازے کا پتلا کھنڈر کھنڈر سے پتلا میں سے سرگرمی کے ایک نظر مریض کو دیکھا اور میرا بازو پتلا پر رکھا رہا گیا۔ پھر سے دروازے پر دھنڈا پڑا۔ دروازہ خود کھل گیا۔ کچلے کا سر اندر داخل ہوا اور وہاں کی آواز صاف سنائی دینے لگی۔ میں دوا اور تیز تھوڑے سے مریض کے سر کاٹے پتلا۔

"سنو۔" میں نے مریض پر جبکہ کہ آہستہ سے پوچھا، "آج تم نے کہا کیا تھا؟"

"مجھ نہیں۔"

"کلی۔"

مریض کا سونہ رہا۔

"کل تم نے کہا کیا تھا؟"

مریض پھر کاوش رہا۔

"جب سے بھوکے ہو؟" میں نے زور دے کر پوچھا۔

میری آواز پر ظاہر مریض کو سنائی نہیں دی۔

"تم کب سے بھوکے ہو؟" میں نے پھر سوال دہرایا۔

عربین کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں لیکن دوسری میں خدا اس کے ہوتے ہوئے نہ سمجھتا  
ہوئے تھے۔ اب میں نے بہت نرم لہجے میں اس سے پوچھا

"تم نے کب سے کہہ نہیں سنا ہے؟"

عربین نے کوئی جواب نہیں دیا۔

دورانے گئے اور سڑا لے گا بانہ دیا خدا اور میرا نہیں کے بڑی کشش کو دوسرے  
نوع انسان پر رہی تھی۔ میں کہہ دیا دوسری کمرہ رہا۔ پھر پورے آئینہ اپنے کمرے میں بچکا کر میں  
نے سوچنے کی کوشش کی کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ میں نے اپنے بستر پر چڑھ کر کیچے سے ٹھک ٹھکی اور  
دیں رہا دیکھنا تھا۔ بگے چلیں اپنے بڑوں سے ٹھنکی کوسوں ہوئیں۔

شمالی دوسری وہاں میں سے اُسنے ہوئے سو گئے ہاتھوں کی کڑھکڑاہٹ سے میری آنکھ کھلی۔  
میں اندر چلا اور انہیں پہنچا ہوا نیچے انہیں ڈانٹا۔ دم کا درد نہ پا رہے تھے۔ خدا۔ میں نے دورانہ  
کھل کر اندر چلا۔ پھر میں برآمدے سے کھلے ہوئے دورانہ سے نیچے انہیں سناؤں اور چانگ  
ہی نکلا ہوا تھا۔ میں نے چانگ نہ کر دیا اور کہہ دیا وہیں کھڑا رہا۔ آہی تیز ہو گئی تھی۔ پھر کہ  
اپنے بڑوں کے پاس کتے کی موجودگی کا احساس ہوا۔  
آواز سے وہاں نہیں۔ میں نے کتے سے کہا اور برآمدے کی طرف دوڑا گیا۔ برآمدے کا  
دورانہ نہ اُسنے میں پورے اپنے کمرے میں پہنچا۔

بستر پر بیٹھتی ہی میرے خیالات بدلے ہو جا گئے۔ ایک لمبا لمبا میری زبان پر آیا

تو ہی صاف سے رعب نہیں تھا۔

پھر وہ لمبا طعن طعن کی شکل میں اختیار کر سنے لگا۔

پھر ہی ہاؤس۔ تم نے انتظار نہیں کیا۔ میں نے کہا اور سو گیا۔

## سلطان مظفر کا واقعہ نویس

At least, not in this continuum...

- H. Beam Piper

ویریم، فویریم، ڈویریم، فویریم

سے نکال

۱

میں، جب کہ مٹائی مٹنے کے طعیر سے کو اس کی زندگی ہی میں اتنی ثمرت حاصل ہو گئی ہے کہ وہ دور سے لوگ اسے دیکھنے آتے ہیں، کہ کہ حکم ہو رہے کہ اس کی تصویر کا دائرہ ٹھوس۔ اس حکم کے ساتھ میری جان فطینی کا زمانہ ختم ہوتا ہے۔

یہ بات کہ مٹائی کا طعیر، تصویر ہو چکا ہے، جگہ مٹائی ہی سے معلوم ہوتی۔ اور جب مٹائی نے جگہ یہ بتایا کہ اس کا طعیر اس دوا ہی میں نہیں بتایا گیا جہاں اس کے بعد اس کے طعیر سے ہیں تو میں سمجھ گیا کہ طعیر، سردا میں ہو گا، اس لیے کہ میں اس کی سردائی سم کا دائرہ ٹھوس تھا اور جب اس نے یہ بتایا کہ طعیر، ایک انوکھی عمارت ہے تو میں نے سمجھ لیا کہ یہ عمارت طعیر ہست کی ہو گی، یہ ہی اس لیے کہ میں مٹائی کی سردائی سم کا دائرہ ٹھوس تھا۔ وہ میری آخری دائرہ ٹھوس تھی۔ اسی کے بعد میری جان فطینی کا زمانہ شروع ہوا تھا۔

اُس زمانے کی ہست ہی باتیں نہیں بھولی چکا ہوں، کبھی اپنی جان فطینی کا پڑھوں، جگہ اتنی ابھی طرح یاد ہے کہ اس کا حال میں ایک مٹائی دائرہ ٹھوس کی طرح کھٹکتا ہے۔

اس دوا میں کی میر میں جگہ طعیروں والی دوا ہی کے کنارے چھوٹے چھوٹے پودے پڑے نظر آتے تھے جنہیں شاید نورانی ہی در پختہ زمین سے اُگنا کر چھوٹا گیا تھا۔ یہ چھتری کی شکل کے ہیں پڑے در خشوں کے پودے تھے، یہی کی خشوں نے دوا ہی کو طعیر سے میں نے رکھا تھا، جگہ ان در خشوں کا نام نہیں معلوم تھا لیکن میں نے کبھی کبھی ان کے نیچے آرام کیا تھا۔ ان کے نیچے

سیدہ اہل بیت میں گھسی نہیں ہو رہی تھے سارے میں فوند آتی تھی۔ میں نے انہیں پر ہانپے  
 سے پھوس کو حور سے دیکھا۔ میں نے وہ کی جڑیں سوسکت نہیں۔ انہیں اٹھاوا سے اٹھا کر میں  
 نے ان کی جڑوں پر ہانپے اور انہوں نے نیچے کی طرف منہ پڑھا دی اور اپنے گھر کا رخ کیا۔ گھر  
 پہنچنے پہنچنے میں بیٹھ کر پچھا تھا کہ انہیں اپنے بارے میں کہاں پر لکھا ہے۔ میں نے دیکھا میں نے کہا نہیں،  
 بہت ایک چھوٹی جھیل کے کنارے سے گزرتے ہوئے میں نے جبکہ کہ خورانی پانی میں لگا ہوا  
 پھوس کی پٹھوں پر چڑھ کر دیا۔ میرا اندازہ ہے کہ جبکہ اسی وقت سلطان کا کشت میرے گھر کی  
 طرف روانہ ہو رہا تھا۔

میں اپنے بارے میں وہ خون پھوس کو بٹھا چکا تھا۔ انہیں صاحب سے جاننے کی ضرورت نہ تھی  
 تھا۔ اسی میں سے ایک کے گھر میرے گھر کے پچھلے گھر میں رکھا تھا۔ وہ اپنے گھینے کی چھوٹی  
 چھوٹی بھیروں سے باری باری اسی پر سایہ کر رہے تھے۔ اس کے گھیل سے اسی حور طوش تھے کہ  
 رہی رہی باری کے لیے ٹھکانے سے تھے۔ میں دوسرے پھوس کی پٹھوں پر پانی کے پھینٹے مار رہا تھا  
 کہ اس پر سلطان کے گھر لکھنے کی پڑھا میں پڑھی۔ میں نے پڑھا میں کو پھوس گھر لکھنے کو یہ میں دیکھا۔  
 میں نے پھوس کو پھوس کر گھر لکھنے کے گھر گھیر دیاں دیاں لکھ کر در تک اس کے پاس کو حور سے  
 دیکھنے کے پھوس میں سے پھوس لکھنے اور چاک کر گھر کے اندر جا چکے۔

میں نے بھی اس کے پاس کو حور سے دیکھا۔ اس لیے کہ سلطان کا کشتوں کے پاس میں نے  
 پاس کے سارے کوئی زیادتی یا غریبی ہیلام نہیں ہوا۔ میں نے آد کا مٹھ میں کے مٹھ وہاں سے  
 معلوم ہوا ہے۔ اس گھر لکھنے کی آد کا مٹھ پڑھا جاتا تھا کہ سلطان کو مجھ سے کوئی خدمت ہونا ہے  
 اور مجھے گھر پر رہ کر اس کے حکم کا انتظار کرنا ہے۔ اس انتظار میں کبھی کبھی کسی دہی گزرتا ہے  
 تھے۔ یہ گھر لکھنے، پاس میں اس کا کشت میرے پاس پہلے ہی آتا رہتا تھا۔ لیکن اس وقت اسے دیکھ  
 کر مجھے خورانی صاحب ہو رہی تھی اس لیے کہ سلطان کی سمرانی سے کوئی سر ہوئے پھوس میں نہیں گزرتے تھے  
 اور یہاں تک کہ اس وقت تک اس بات کی توقع نہیں تھی کہ اسے پھر کوئی ایسی صورت پیش ہو جس کے  
 لیے وہاں غریب کی ضرورت پڑے۔ لیکن سلطان کا قلع کے قلع کام کرنا کوئی ایسی بات نہیں تھی  
 جس پر در تک صاحب کہا جاتا۔ اس لیے میرے گھر ایک اس دہی کی سب سے خاص بات تھی کہ

میرے ہاٹے ہوئے وہ پھوس میں سے ایک سلطان کا کشت کے پھوس کے نیچے آ کر لگی کہا تھا،  
 لیکن وہ سارا پھوس تھا اور اس کے ہانپے کے پھوس میں اس کے نیچے آرام کر سکتا تھا۔

۲

میں اس کے نیچے آرام کر رہا تھا کہ مجھے ایک پڑھا میں حرکت کرنی نظر آتی اور سلطان کا ایک  
 کشت میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ گھر لکھنے کو پھوس میں نہیں ہوا۔ گھر میں کے پاس حضرت  
 ہوئے ہیں۔ میں نے کئی بار پھوس سے نیچے تک اس کے پاس کی ہر چیز کو اس کے رنگ اور  
 فراش سے لے کر سلطان کے دھانوں تک کو حور سے دیکھا اور بار بار اپنے دہی پر زور دیا۔ وہ  
 میرے اس سامنے کو خاصا شے سے دیکھ رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں دہی دہی میرے نظر آ رہی تھی۔  
 آخر میں اس سے بات کر کے پڑھا ہوا۔

سب میری گھر شیک کام نہیں کرتی۔ میں نے اسے دیکھا۔  
 کاہر ہے، تو میرے باطل طرف آ کر پھوس میں لیے کہ مجھے دیکھنے کے پھوس میں غم نہیں  
 خود میں ہو۔

اور مجھے پڑھا گیا

ظلم، میں نے کہا۔ غور کر۔

گھر لکھنے میری سے دیکھا۔ وقت کی ایک ابھری ہوئی جڑ سے اسے ٹھوکر لگی اور شاید چوٹ  
 بھی آگئی۔ جب وہ وہاں سے پھوس میں لگا تھا اس کے پاؤں میں جینا سا لکھ تھا۔ شاید اس لیے میں اس سے  
 پھوس گھر سے باہر نکلا۔ گھر لکھنے کو میں نے دیکھا کہ جب گھر لکھنے سے پھوس آگے جا کر گھر میں اس  
 کے نیچے نیچے چلے گا۔

سلطان سے احلام لے کر وہاں آئے ہوئے میں نے اپنی پرانی عادت کے مطابق بازاروں

وہ راستہ منظر پر آیا۔ کئی چھوٹے بازاروں میں دکان دکان کی طرف وہ حرکت کو دیکھتا ہوا میں  
بڑے بازار میں داخل ہوا۔ بازار پر سب فریب و سادگی تھا جیسا میں نے اسے آخری مرتبہ دیکھا تھا۔  
انہوں نے مجھے وہاں پہلے سے پہچان لیا۔ آ رہا تھا۔ بازار وہاں کی سڑکوں پر کچھ نہیں جاتی  
تھی اس لیے میری نظر سب سے پہلے اس باغیچوں پر پڑی جو زمین پر پھیل چکے تھے۔  
پھر، ٹھیک اس میں وہ جڑواں باغیچے دکھائی نہیں دے رہا تھا جس سے میں ہمیشہ اور کبھی کبھی  
حضورت میں چھوٹے ٹریڈ کر رہا تھا۔ وہ سب سے پہلے باغیچوں کے درختوں وہ اپنے ہاں کو اس طرح  
ترتیب کے ساتھ تھا کہ درختوں کے درمیان ایک چھوٹا سا باغ تھا جو اسٹیم ہوتا تھا۔ بازار کے  
دوسرے باغیچوں کی طرح وہ بھی سٹائی باغوں میں کام کرتا تھا اور میں حاصل چھوٹوں کو بازار میں  
لے آتا تھا جو باغیچوں کی آرائشی ترتیب میں غلط رہا کرتے تھے وہ مجھ سے کہتا رہے جانتے تھے۔

بازار کے اس سرسبز حصے میں اس وقت میرے چھوٹے صرف ایک گلاب گور تھا۔ باغیچوں  
نے ہمیں دیکھتے ہی پھر پھر کر تھکتا چھوٹوں اور چھوٹوں کے نام گانا شروع کر دیا۔ یہاں کا  
دستور تھا، ٹھیک وہ جڑواں باغیچوں میں سونوں پر خاموشی رہتا تھا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ میں  
جانتے ہوں باغیچوں کے درمیان میں ایک آدھی چھوٹا چھوٹا ہے۔ میں اس کے سامنے جا کر کھڑا ہوا  
خاموشی کے ساتھ اپنے سامنے لگے ہوتے چھوٹوں کو جو میرے سامنے کھڑے تھے۔ میں نے انہیں پریشان کر  
دیا۔ یہی جگہ چھوٹے اٹا کے دیکھ کر پھر چھوٹا

یہاں ایک چھوٹا چھوٹا گور تھا۔ چھوٹوں کو سا کہ۔

اس نے اٹاٹ میں سر جھکا دیا اور میں نے دیکھا کہ دوسرا گلاب بھی میرے قریب آ کر چڑھ  
نہا ہے اور ایک بڑے زرد پھول کی ہانگڑیوں کو پھیر رہا ہے۔ میں نے تو وہاں باغیچوں کو ایک نظر  
دیکھ کر اس میں چڑھنے باغیچوں سے ملاحت کاٹ لی۔

تو تھکا گئی تھا۔ میں نے اس سے چھوٹا۔

دورا۔ "اس نے کہا۔

میں نے بھی سٹائی باغ میں کام کرنے کہا۔

اس نے ہر اٹاٹ میں سر جھکا۔

"میں نے وہاں کی جگہ پر۔"

"ہاں کی جگہ پر،" اس نے کہا۔

میں نے چھوٹے بازار پر نظر دوڑائی اور پھر محسوس کیا کہ کچھ زیادہ ہو جانے کے ساتھ اس میں  
کوئی خاص تبدیلی نہیں جاتی ہے۔ میرے سیر سے باہر میں نے اسے چھوٹے پر ختم  
دیکھنے جاتے تھے وہ پہلے سے کچھ زیادہ اونچا معلوم ہوا تھا اور اس کے کنارے جگہ سے کٹ  
گئے تھے۔ چھوٹے پر کچھ بازار کے دوسرے حصوں سے زیادہ تھا، ٹھیک وہاں پہلے ہی کچھ زیادہ  
رہتا تھا۔ میں پھر باغیچوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"بڑے درختوں کے چھوٹے نہیں ہیں۔"

اس نے کچھ چھوٹے گلاب کر کے میرے سامنے رکھ دیے۔ میں نے چھوٹوں کو سرسری طور  
پر اٹاٹ کر دیکھا۔ دوسرا گلاب اب بھی زرد پھول کو پھیر رہا تھا اور اس کی وہ ہانگڑیاں کچھ  
گلاب آتی تھیں۔ ٹھیک وہ پھول کے پھانے میری طرف دیکھ رہا تھا۔

"تم اسے قریب کر رہے ہو۔" میں نے اس سے کہا۔

"نہیں نے لے لیا ہے۔" اس نے باغیچوں کو دیکھا اور پھول کے چھوٹے کو کھینچ کر باہر  
نکل گیا۔

اس کے بعد میں وہ وہیں چڑھا رہا۔ کچھ ٹھیک تھا کہ کسی دم سے وہ میرے ساتھ ساتھ رہتا  
چھوٹا ہے۔ میں نے ایک بار اس کو حلقہ سے دیکھا، ٹھیک اس کی صورت میری پہچانی جاتی نہیں تھی۔  
میں نے اپنی یادداشت پر زور دے کر اسے دیکھا، ٹھیک اس میں کچھ اپنے کسی جانتے جاتے کی  
ملاحت بھی محسوس نہیں جاتی۔ پھر میں وہ بار بار میری طرف دیکھ رہا تھا اس لیے کچھ الجھی سی  
جاتی اور میں گھٹنوں پر باؤ رکھ کر اٹھنے لگا۔ ٹھیک اسی وقت میری نظر باغیچوں کے پھول میں سبز  
چھوٹوں کے ایک چھوٹے سے قریب پڑی۔ میں چڑھ گیا۔ پھر اٹاٹ گھوم کر باغیچوں کے پھول میں  
آ گیا۔ میں نے ایک ایک چھوٹے کو اٹا کر دیکھا، پھر باغیچوں سے نکلا۔

"میں کی چڑی نہیں ہیں۔"

"یہاں لے کے لے نہیں ہیں۔"

”پھر دوسرے گلاب نے پوچھا۔

لوگ نے ہلنے میں، باہریوں نے کہا۔ انہیں کھانے کے لیے۔ ”اور اس نے خاشوں والے چوڑے کی طرف اشارہ کیا۔

دوسرا گلاب اب سیر سے پہلو میں کھڑا تھا۔ اس نے جھک کر اس میں سے دو تین پودے اٹھا لئے اور باہریوں سے پوچھا۔

”اس میں کیا خاص بات ہے؟“

”زیر۔“

اور میں سمجھا کہ چوڑے پر کون لوگ کھڑا کھڑا ہے۔ میں نے باہریوں سے پوچھا۔

اپنے آپ سے پوچھا۔

”لوگ پھر آئے تھے۔“

کیا یہ لوگ پہلے ہی آئے تھے؟ اس نے گم سے پوچھا۔

وہ لوگ پہلے ہی آئے تھے۔ سمرانی کا مسکن خاں اور بریلی خاشوں کے موسم میں ایک بار شہر کی طرف سے کا پیرا ہوا تھا۔ وہ دوسرے سے لے کر سورج دھنسنے تک ہوتا تھا اور کھانے تھے، اور جب تک وہ چوڑے پر موجود رہتے، دوسرے سے تھا کہ ان کی طرف کوئی رخ نہ کرنا تھا، اس لیے کسی بھی دوسروں سے ہی کا جھڑا ہی ہو جاتا جسے خاشا کی ختم کر کے تھے۔

اور اس کا تھا کہ خاں کو وہ سمجھ گیا کہ پہلے تھے۔ خاشا کی ان کے لیے دوسرا دوسرا دھوکہ دیا کہ وہ ایسی چیزیں کھاتے تھیں ان کے خیال میں کوئی انہیں بھگ کوئی جانور ہی نہیں کھا سکتا تھا، لیکن یہ سمرانے اپنے ہر چیز کا پہلے اور اس کے ہر سنے میں تھا کہ ان سے انعام پاتے تھے۔ لوگ ان کا تھا کہ انہیں کبھی ہنسنے نہیں پریشان ہاتھ، کبھی خوف زدہ ہو کر جھپکے ہاتھ تھے، اور کبھی کہ بہت سے سوز پیر تھے۔ اس خاشے سے کسی بھی خاشا کی کی طبیعت بگڑ جاتی اور اس کے سامنے اسے جھک جاتا ہے، لیکن چوڑے پر لگا ہوا کھجور دوسرے سے لے کر سورج دھنسنے تک کسی بھی وقت گم نہ جاتا تھا۔

سمرانی کی سمرانی صم شروع ہونے سے کئی سو پہلے ہی ان لوگوں نے شہر میں آنا پھروا

دیا تھا اور شہر کے بازار کے چوڑے پر کھجور گم رہنے کا تھا۔ سمرانی صم ختم ہونے کے بعد ہی یہ لوگ نہیں آئے۔ جگہ جگہ خاں کو ب شہر میں ہی کا تھا کہ کسی دھنسنے میں نہیں آئے گا، لیکن اس وقت وہ خاشا کھڑا ہے تھے اور شہر کے بازار کے چوڑے پر کھجور جھپٹ سے زیادہ تھا۔ اس جگہ میں سے وہ نہیں خاشا کی چوڑے پر سے نچے کو کھاتے اور آپس میں خشی دھنسنے کرتے جو سہ ہمدردی طرف آتے۔

”کھڑا“ اس میں سے ایک نے پھر پوچھا کہ باہریوں سے کہا۔

دوسرے گلاب نے اپنے ہاتھ کے پودے زمین پر ڈال دیے اور خاشا کیوں نے دوسرے پودوں کے ساتھ انہیں بھی سمیٹ لیا۔

خاشا کیوں کے وہ آپس ہانسنے کے بعد ہی ہی سمرانے جگہ باہریوں کی آواز سنائی دی۔

اس کے زہر کا کوئی ٹوڑ نہیں ہے۔ ”دو کھڑا تھا۔“ انہیں شہر کے دھوکے نہیں لگا جاتا۔

سیر سے گھر میں ایک لگا ہے۔ ”میں خاشوں والے چوڑے کی طرف بڑھ گیا۔“

۳

سورج دھنسنے میں وہی دور تھی۔ چوڑے کے قریب پہنچ کر میں کہہ دیا کہ دوسرا گلاب سیر سے بازار سے ہوتا ہوا چوڑے پر چڑھ گیا۔ میں نے اسے خاشا کیوں کی چیز میں گم ہونے دیکھا لیکن جب میں بازار سے آگے بڑھ کر سمرانے کے راستے پر دھوکہ لگا دھنسنے پر سیر سے جھپکے جگہ چلی رہا تھا۔ میں جاسوسی کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا یہاں تک کہ شہر کی صم ختم کے قریب پہنچا اور وہ پر سمرانے کا خاشہ نظر آئے۔ میں دھوکہ دہا سنا نے کے لیے ایک ہنسر پر چڑھ گیا۔ گم ویر پر وہ سیر سے ہاتھ کھڑا تھا۔ میں نے سمرانے کو اسے دیکھا۔ وہ بھی جاسوسی کے ساتھ جگہ دھوکہ دہا تھا۔ آخر میں نے اس سے پوچھا۔

”کیا جگہ دھنسنے ہو؟“

اس نے میرے قریب سے گھر پر دھڑ کر انگڑائی ماری۔

پچھتے ہوئے میں نے ہرچہا۔

مصلحی مقرر کا دلور نہیں، اس نے صحن کو ملے کے سے انداز میں کہا، اس صحن سے کے ہفتہ کا مال لگنے کے لیے سزا ہوا ہے جس کے اس نے ہفتہ نہیں دیا۔

اس کے بعد وہیں پہنچا کہ اس نے گھر کا ہی نہ۔

صحن کا کارندہ میں نے سہارا دیا اس سے چہچہا

جگہ اذیت پہننے کے لیے سزا ہوئے ہوئے۔

لیکن وہ خود کسی اذیت میں نہ مصروع ہوا تھا۔ جس کے ساتھ جسم ہی مجھوڑی موصی

ہوئی۔

میں نہیں صحن سے کوئی لگنے ہوئے دیکھنے پر ہوا، جو میں، اس کے کہ۔

صرف دیکھنے پر؟

اور اس پر کہ جب تو اس کی صحن کا دلور تو میں اس کی صحن لکھی۔

جسے حیرت ہوئی اس لیے کہ اس کی حیرت نہ نہیں صلام ہوئی تھی۔

مصلحی مقرر؟ میں نے چہچہا، اور وہ تم سے پہلے تھا۔

میرے پہلے کی تھی۔

جو صحنی صم کے نالے میں تھا۔

اسے مقرر۔

اسی وقت صحن کی طرف سے آئے ہوئے تو اس کا ایک جٹا ہوا ہے قریب سے گذرنا۔

وہ میرے صحنوں کے رہنے والے صلام ہوئے تھے۔ ہر گھر کو دیکھتے گزرتے۔ صحن کی طرف تھا

ہوا جسے کوئی نہ نہیں آیا۔ گھر پر تک ہوا ہے اس میں سنا رہا، پھر راستوں پر جادوئی دکائی

تھانے والے اپنے اپنے دل کے ساتھ تیرتھ میں سے ہوا کی طرف آئے دکائی دے۔ ہوا سے

قریب پہنچی کہ اس میں سے ایک دھڑا دھڑا کے، لیکن ہوا وہیں کسی ہی طرف نہ تو کہ آگے نہ

گئے۔ ہر جگہ اسی جڑ جڑتے جڑتے موصی ہوئے کہ اب صحن میں سنا ہے۔ اسی وقت میرا مصلحی

اگر گھر میں۔

وقت تک کہ اس نے گھر اور صحن کی طرف چل دیا۔

میں نے صحن کو دیکھنے ہوئے دیکھا اور اس کے برابر روا رہتے تھانے جہ جادوئی کے

ساتھ راستے کے کرتے ہوئے صحن کے جاتے تک آگئے۔ جگہ دور پر ایک عمارت کا کپڑا نظر آیا۔

اسی تک پہنچنے کے لیے ایک لمبی سیدھی سرنگ جادوئی گئی تھی۔ سرنگ پر سرنگ کی چوٹی چوٹی صحنوں

کا فرش تھا جس کے دونوں کناروں پر کچلی کچلی سی خانوں اور دیواریں اٹھائی گئی تھیں۔ سرنگ

دونوں کناروں پر اتنی ڈھلوان تھی کہ اس پر چلنے ہوئے والی ریت دونوں کے چلے خانوں سے

مصلحی باہر گر رہی تھی، چھہ سرنگ کی رسات میں ناہیوں سے ہانی لگتا ہے۔ ہم اس سرنگ کو بھی

جادوئی کے ساتھ ملے کرتے رہے۔ صحن اب نظر نہیں آتا تھا اور سرنگ رفت رفت بند ہوئی جادوئی

تھی یہاں تک کہ اس کا خانہ ایک سوچے چوتھے کی سیر میں ہوا۔ ہم سیر میں چڑھ کر

چوتھے پر پہنچے۔ چوتھے کے دوسری جانب وہی ہی ایک سرنگ لٹھ کی طرف جادوئی تھی۔

اسی سیدھی سرنگ پر ریت آگے جہاں اس کی دونوں دیواریں قریب قریب ملی ہوئی تھیں آ رہی

تھیں۔ صحن اس کے راستے میں جاکر تھا، اور ایسا صلام ہوا تھا کہ سرنگ ایک ٹوک کی طرح اسے

جبری ہوئی صحن کے قریب تک پہنچ گئی ہے۔

میں پھر شک نہ کیا تھا۔ صحن کی جگہ کے گرم صحن سے سیری شکی کو بھاڑا ہے تے لکھی ہی

میں قریب آئی ہوئی صحن کی شکل بھی صحن ہوئے تھی اس لیے میں نے گھر پر چوتھے پر

سنا سے کا لکھنا کہ۔ چوتھے کا صحن صحنی گرم تھا پھر ہی میں اس پر دھڑکتا تھا۔ میں دھڑ

کہا۔ اتنے صحن سے صحن کی عمارت میں جس کے کوئی انکھاری موصی نہیں ہوا۔ اس کی کھلاور

مقرر بہت پر دیکھنے ہوئے صحن کی روشنی پڑ رہی تھی۔ میں نے کہا۔

اس کی بہت۔

نہیں ہے، صحن اس میں۔ صرف دور سے نظر آتی ہے۔

قریب چلی کر دیکھیں۔

نہیں، اس کے کہ۔ سب تک گھر نہ آہانے۔





ہوئی سرنگ کو۔ وہ توں سرانگیں ایک سی تھیں، بلکہ اگر چہ تودہ تودہ تھا تو ایک ہی سرنگ تھی۔  
 "یہ چہ تودہ۔۔۔ میں نے اب تو تے کے خوبصورت ترے جوئے سپید پستروں پر جگ کر

پہچا۔۔۔ یہ چہ تودہ وہاں کیاں دکھایا گیا ہے؟"

آرام کر کے کے لیے۔ اس نے جواب دیا۔

اس کے جواب پر۔

ظاہر ہے۔ اس نے کہا۔

اس کے نیچے کیا ہے؟

زیست۔

اس کی جگہ بھی سلطان نے سرنگ کی تھی؟

نہیں، سلطان کا نہوں میں سے کسی سہ۔ وہ چوہ۔ مگر سلطان ہی کے حکم سے۔

ظاہر ہے۔ میں نے بھی کہا۔

وہ بار بار سورج کی طرف دیکھ رہا تھا، اس لیے میں نے اس سے آخری سوال کیا۔

"جگہ پر دکھانا کیوں ضروری نہیں تھا کہ صبر سے میں تجھے کا پتہ اسٹیشن پر ہے؟"

میں نے وہ سب بتا دیا ہے جو بتانے کا مجھے حکم تھا، اس نے کہا، اور مجھے اس کے نیچے

میں چھوٹے کے ساتھ جگہ سے خوف کی آمیزش محسوس ہوئی۔ اس کے ساتھ تو ہر جگہ ٹھک کے وہ

سیر دکھاتا تھا، نہیں جو گا، اور۔۔۔ "وہ صبر سے سادھی کی طرف حرام۔۔۔ تم کو اس کی کوئی چیز ہے؟"

وہ چہ تودہ تے سے شر کی طرف ہا سٹولی سرنگ پر تھا، اور اس کے ہاتھیں پہلو کی دیوار پر ہاتھ

چبھاتا ہوا آئے رکھتا تھا۔ سرنگ کے داخلے کے بعد پر صبح ہو گئی، ریت اس کے پیروں سے

منظر ہو کر دیوار کے نیچے ناخوں سے نور، بھی تیزی کے ساتھ باہر کر کے لگی اور تو چہ تودہ سورج

کی روشنی میں اس کے بہت سے ذرے جگہ جگہ دیوں کی طرح پچھتے نظر آتے۔

گو اس کے آخری پچھلے سٹے جگہ اپنے سادھی کا وہ چوہا دکھاتا تھا۔ میں نے اس کی طرف غور

سے دیکھا، اس کی مردانگی کچھ تھی۔ میں نے اس سے پہچا۔

نہیں، تاریخ لکھن کسی نے لکھا ہے؟"

کسی نے نہیں، "وہ چوہ۔" میں نے صرف پٹکا ہے۔"

"لکھتا پٹکا ہے؟"

اس نے کئی سطروں کے نام گنو دیے۔

تو تاریخ؟

صرف ایک، صرانی صم کی تاریخ۔

پھر کو صرانی صم کے نام سے وہ تاریخ پڑ آئی۔ وہ میرا وہ دشمنی تھا۔ مجھے اس کی آواز پڑ

آئی، اور یہ بھی کہ جب وہ بھٹتا تھا تو اس کی آنکھیں اپنے آپ بند ہو جاتی تھیں۔

"تم نے لکھا تھا اسے مرنا پڑا،" میں نے پہچا۔

"ہاں۔ صرانی صم کی تاریخ سلطان کو پتہ نہیں آئی تھی۔"

لیکن وہ بہت چھپا سورج تھا۔

اس نے تاریخ میں وہ سب کہہ دیا تھا جو صرانی صم کے ساتھ تو میں نے لکھا تھا، "وہ چوہ،

کہہ دیا، پھر ہوئی۔" بات اس نے اپنی صفائی میں بھی کہی تھی۔

"صفائی میں؟" میں نے پہچا، "تو اس پر لازم کیا تھا؟"

"ہاں۔ اس نے تاریخ میں وہ سب کہہ دیا تھا جو وہ تو میں نے لکھا تھا۔"

میں نے کسی طرح مرنا پڑا؟

"کسی درخت کے ذریعے پہلے کہا کہ۔"

سلطان کے حکم سے؟

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے پھر پہچا۔

سلطان کے حکم سے؟

سلطان کے حکم سے وہ تاریخ اب میں کہہ رہا ہوں۔

تو اب ضرور ہے؟

اس نے اذیت میں سر جھکا دیا۔

تو وہ تو وہ تو میں کا بیان بھی؟

"واٹھ غریب کا چاہی بھی۔"

"اے صالح نہیں کیا کیا؟"

"نکاحا ہے گا، جب میں تاریخ نکاح کے سناؤں تو ہنسی کروں گا۔ مجھے بھی دلیا گیا ہے۔"

"میں تک کہ چک چکا ہوں۔"

"سہرا میں سناؤں گا ہنچا۔"

"...سور لگے ہیں۔"

"...ہاں کوئی کھ نہیں تھا۔"

"میں نے میرت سے اس کی طرف دیکھا، اور اس نے ایک ایک نظر پرندہ دے کر کہا۔"

"کوئی کھ نہیں تھا، اور لگے ہیں کوئی عورت نہیں تھی۔"

"میں نے کور پرندہ میرت سے اس کی طرف دیکھا۔"

"تم نے کہا ہے، وہ نیز آؤا میں ہا۔" میں نہیں لکھوں گا۔ مجھے اس کا حق دیا گیا ہے۔"

"اسی لیے یہ خدا فرض ہی ہے، میں نے وہی آؤا میں کہا۔"

"نظر میں اس کی، صبر کیا بات کہیں کر رہے ہیں؟" اس نے کہا۔ پھر مجھے ہاتھ سے کے

"سنگی دیش پر چھٹنے، دیکھ کر میری طرف بڑھا اور جی بگھڑا میں یہاں تو میرا جو جانے گا۔"

"میں اسی میں رہوں گا، میں نے کہا۔" تھاپہ یہاں مجھے بھیجا جاتا ہے۔"

"آج ہی سے کھانا شروع کر دو گے۔"

"نہیں۔" کاندہ مجھے کل میں لے، میں نے کہا۔ پھر اسے بتایا، واٹھ غریب سناؤں گا کہ میں

پر ہوتی ہے۔ کاندہ نہیں بھی میں نے لکھیں ان پر سناؤں کی سر نہیں جی کی اور وہ کی کر نہیں دے

جائیں گے۔"

"اسے یہ بتا دے وقت مجھے یہاں نہیں رہا کہ اس کے پاس ایک واٹھ غریب کا چاہی ہو جو

ہے، اور خود وہ تاریخ لکھنا شروع کر چکا ہے۔ اس نے میری بات کو بے غرضی سے سنا، جنت اسی

کندہ و مجھ سے ملے ملا سنا تھا لکھیں اب اس نے میرے بار بار بھی پرندہ کو میرے کتے سے پر ہاتھ

دکھا، اور انہوں نے لکھے ہیں، جوت

"اسی صبر سے کا ہوتا۔" کیا ایسا نہیں جو سکتا کہ ہم وہاں اس کے بٹنے کا مہل ساتھ ساتھ

لکھیں؟"

"پھر نہیں بھی رہی سناؤں میں کھانا پڑے گا کہ تم نے وہ سب چھوڑا ہے جو صبر سے کی

صبر کے واٹھ غریب نے لکھا تھا۔"

"وہ کچھ تو کم سمجھتا رہا، پھر میرے کتے سے پرندہ دے کر اٹھ کھڑا ہوا اور جوت

"مجھے دے جا رہی ہے۔"

"خدا کا کام میرے ہوا شروع ہو گا، میں نے کہا۔" اسی آرام کو۔"

"کور، تم، میں، جو کے؟" اس نے کور سے کوریش کے ساتھ کہا۔ یہاں رات کو ٹھنڈا نہ ہوا

ہو جاتی ہے۔"

"میں برداشت کروں گا، میں نے کہا۔" نہیں تو صبر سے کے اندر بڑھوں گا۔"

"اس وقت نہ مجھے یہاں آنا اور نہ چاہا ہے، کہ صبر سے جی صرف دیا لری ہیں۔"

"اس کے ہاتھ ہی میرا ہیں تو میرا جیلا شروع ہوا اور میرے ساتھ صبر سے کی عادت

وہ نہ لگتی۔ میں کئی بار پتو پہلی کر زرا آرام سے چڑھا گیا۔ اب صرف دیا سلیم جاتا تھا کہ ساتھ

کوئی عادت ہے اور اس عادت کی وجہ سے مجھ کو یہ احساس نہیں جو رہا تھا کہ میں میرا میں ہوں۔"

"کچھ دیر جو یہ عادت ایک بہت بڑے دھچکے کی طرح رہ گئی ہو، دیکھنے والے کا تصور اسے کوئی بھی

عمل دے سکتا تھا۔ میرے تصور نے اسے لکھ کی شکل دی اور دیکھنے دیکھنے مجھے اس کا تصور ہو

فصلی نظر آئے گی۔ شہر کی جھیلوں پر سے واپس جوتے ہوئے میرا ہی پرندوں کے پہلوں کی

سنتا بہت میرے قریب سے ہوتی ہوئی دور عمل گئی ہو، جگہ سناؤں کی میرا ہی سمجھا آئے گی۔"

"میں نے سنا ہے بھلا ہوا، لیکن یہ بے سود تھا۔"



وصف پر رنڈی ہے۔ اس نے عورت سے کہا، برن کے پلو کی طرف اشارہ کیا اور  
اب تیار کیجئے ہیں اور ٹوہر پہن بھرت کے نیچے۔

بھرت کے نیچے نہیں۔ عورت نے بھرت کے لیے جیسے جواب دیا، تو اس میں مچھلی کی۔  
اور ایسا معلوم ہوا تھا کہ سٹالین یہ جواب کئی مرتبہ ہی چکا ہے، اس لیے کہ وہ بگے بھیر  
اشارہ فصیل تک گیا اور باہر جا بھاگ کر پھر عورت کے پاس آگیا۔

مجھے وہاں جانا ہو گا۔ اس نے کہا، اور نہیں میرے ساتھ پہن جاؤ گا۔

شیر میں نہیں۔ عورت نے پھر اسی لیے جیسے جواب دیا، تو اس میں بھرتی ہوئی گی۔

وصف اور رنڈی اور رنڈی پر کی تیز جڑیں گوی آگئی۔ سٹالین نے پھر ہا کہ فصیل سے باہر  
جاؤ گا، برن کے دو سر سے پلو کی طرف آکر گئی کہ آؤ گا ہی۔

اب کہا جا رہا ہے؟ اس نے پھر کہا، تاہم کہ شکوکہ دہانی نہیں دیتا۔

جواب میں کسی سٹالین کا کہنے کے آواز سنائی دی جس میں جھکی سی گھٹتی تھی۔ لیکن میری  
سمجھ میں نہیں آتا کہ اس نے کہا کیا، لیکن اس آواز سے بگے پاد اور پا کہ جس سٹالین کی سرکاری رسم کا  
واحد ٹوٹا ہے۔

انہیں گھبراہٹا بیٹھنا۔ سٹالین نے کہا۔

کارنہ سے بگے پاد کہہ۔ سٹالین بولا

نہیں، اور ساتھ جانے کی۔

کارنہ سے بگے پاد اور سوال کے جواب میں اس نے کہا۔

پاد جا رہی، اس نے پاد کو عورت کی طرف دیکھا، اور ٹوٹ ہی۔

اس کے بعد اس کی خود عورت کی طرف سے قریب قریب مٹ گئی اور وہ زیادہ تر اسی  
کارنہ سے ساتھ جواب کرتا رہا۔ کارنہ سے کی بات بگے پلو کسی سٹالین دیتی، کسی نہ سٹالین دیتی  
کسی سمجھ میں آتی، کسی نہ آتی، پھر اسی طرح جرم کو سرکاری رسم کی کہ ایسی شخصیتیں معلوم ہو  
نہیں جس کی خاطر ٹوٹا ہے اس آٹھوں بگے سٹالین کی طرف کو نکلتا تھا۔ جس نے اپنے ذہن میں جس  
سٹالین کو ترتیب دیا وہی شروع کر دیا تھا کہ بگے پلو کی مستحکم سٹالین دیتی اور بھرت کے سامنے

سے گزارنے نظر آتے۔ اسی سٹالین کے ساتھ کسی ایسی گھبراہٹ ہوئی تھی۔ سامنے فصیل سے  
آگے اٹھنے والے تو اس نے دیکھا کہ یہ سرکاری پادوں کی پہنائی پھرتی گھڑیاں تھیں۔ اور اس گھڑیوں کا  
برہنہ اور غیر سے جدا ہوا تھا۔ سٹالین نے اس کی آواز کو سیرت سے دیکھا۔ بگے پلو سیرت ہوئی  
اس لیے کہ یہ پاد سے اپنے لیے پلوں کا پورا پورا پلوٹا ہے جو سٹالین کے ساتھ جاسے تیرتے  
تھے۔ سٹالین نے پاد پر اپنے آپ سے کہا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے یہ تیروں کی قوت سے گڑبگڑ ہے۔

لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ فصیل سے آگے اٹھ جانے کے بعد یہ پاد سے پاد پھرتے ہوئے اور  
جس وقت سے بگے پلو کوئی کوئی پاد اتنی تیزی سے گھومتا کہ اس کے پاؤں میں بگے  
جسے تیر سے آسمان میں دائروں میں چلتا تھا۔ یہ سٹالین سٹالین کی تھرا گھڑیوں میں ہی پاد دیکھ رہا  
تھا۔

کئی اور گھڑیاں بھرت کے گڑبگڑ سے گزاریں۔ سٹالین فصیل سے پڑنا لگے۔ نہیں عورت سے  
دیکھ رہا تھا، جیسے پادوں کا شمار کر رہا ہو۔ پاد اس کے گڑبگڑ سے شرم گھٹتی تھا اور کئی دم  
آگے پڑا تھا۔

اس میں ایک بھرت نیچے آ رہا ہے، اس نے وہیں سے اپنے کارنہ سے کو پاد، اور اس  
کے غیر نہیں لگا ہے۔

اسی وقت میں نے دیکھا کہ عورت لیگتی ہوئی سٹالین کے قریب آئی، سٹالین نے اسے گھٹتی  
کہ اپنے چنگے کر لیا اور خود ہی چنگے کی طرف غم جو کہ خیر تھا۔ پلوں کی پھر پھر بھرت سنائی دی،  
ایک پاد سٹالین اور عورت پر چلا۔ بگے پلوں کا کہ وہ فصیل سے لگا، اور وہیں پر کہا ہے کہ لیکن  
اس نے پلوں کو گڑبگڑ سے پھر پھر پاد اور پھر اشارہ فصیل سے آگے اٹھ کر اس نے اپنے پاد سے  
پھلتا دیا اور چاروں تیرتا ہوا تھا کہ پاد۔ سب ایک ساتھ جاسے اور اسی کے ساتھ جس نے عورت  
کی چپا سٹی۔ سٹالین کا خیر اس کے پاؤں میں بھرتی کیا تھا اور پھر بھرت میں تھی۔ سٹالین نے  
بگے پلو سے کہ اپنے خیر کو آؤ گا۔ اس میں پاؤں کے کئی بگے کٹ کر فرش پر گرے اور  
خواب و بختی حالت سے گہرے گڑبگڑ میں پڑے پڑے اٹھ کھڑے ہوئے۔



اس کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ نہیں رہنوں کے سر سے اس کے ہاتھوں میں آ کر رہے۔ اس نے صورت کی گھبراہٹ کا اس کو ہاتھ دیا۔ بچے نے وہاں کی بجلی ٹھیک ستانی دی۔ پھر میں نے رہنوں کو تھپہ دیکھا، لیکن وہی کے ساتھ میری خط فطرت کی طرف اشارہ گئی۔ ریت کا پائل فطرت کے طور پر رکھا جو اسلام میں خدا، نبیوں کی آواز ہوا کی آواز پر غالب تھی اور پائل کے چنگے اور نے اور غالب جو نے جو سے پائل کے چنگے صاف نظر نہیں آتے تھے۔ میں نے پھر بہت کو دیکھا۔ سلطان وہاں اتنا کراہ رہا تھا۔ ایک ہاتھ وہ سر سے تھامے پر دنگے جو سے وہ کسی خبر کا شکر سلام ہوا تھا۔

اس وقت بچے کو میرا کوہم صاحبہ ان کی خواب دیکھ رہا ہوں، لیکن اسی کے جوا کا ایک فیصلہ میرے منہ پر پڑا اور گرم ریت میری کھلی ہوئی آنکھوں میں گھس گئی۔ میں نے سر جھکا دیا اور دہی آنکھوں سے پانی پھٹا دیا جس تک کہ اس کے ساتھ ریت کے ساتھ دھن سے مل گئے اور میں پھر سے دنگے کے قابل ہوا۔ اتنی ہی دیر میں جوا بھی ہو گئی تھی، ریت کا پائل غالب تھا اور فطرت کے چنگے میری آسمان کے ساتھ گئے تھے۔ سلطان اسی طرح صاف چاہ کر رہا تھا۔ آخر کار سے کی آواز آتی جس کے ساتھ کہی آواز میں قابل نہیں جو سلطان کو سم کے سر جو سے کی سہارا کھدو سے دی نہیں۔ سلطان نے ایک ہاتھ پور اٹھا کر سہارا کھدو بول کی، دنگ فطرت تک کیا، کچھ دیر تک باہر دیکھا اور پھر بولا

”سہی صرا۔“

وہ بچے پر گہری ہوا کہ وہ جو سے صاحب ہے اور بہت پر سلطان کے ساتھ کسی اور کو نہ دیکھ کر بچے پر گہری چلیں ہیں یہ حال کسی جوا لیکن وہ میری جانب نہیں دیکھ رہا تھا۔

”اب علم کے شکر ہیں، کار سے کی آواز کے۔“

”واہی، سلطان نے جواب دیا، پھر دنگ کر بولی، سہارا سے سلطان وہی ساتھ جانے کی۔“

”وہ۔“ کار سے کی دھشت زور کھڑا آئی، ”سہارا قسم ہو گئی۔“

سلطان نے فطرت کے پیشہ خالی۔

کس طرح؟ اس نے پوچھا۔

”بھلی کر۔“

”کیا کوئی بہت کر گئی؟“ سلطان نے پوچھا اور کئی قدم آگے بڑھ آیا۔

”جیسا کہ یہی جگہ پر ہیں،“ آواز آئی، لیکن وہ بھلی کر رہی ہے۔ اس کے پھر سے سے پوچھا ہی سلام ہوا ہے، اس کا پھر۔“

”واہی، سلطان نے بات کاٹ کر کہا، ریت جو نے سے پھٹے گھر خالی ہو جانے۔“

”اور وہ۔“

سلطان نے آواز کی طرف دیکھا، میرے سر کی طرف دیکھا، گردن سوز کر فطرت کی طرف دیکھا، پھر شگفتہ آواز میں بولا

”اسے سہارا میں ڈال دو۔ گھروں میں وہ پھر ریت جو جانے کی۔“

۵

لکھتے ہوئے سوز کی دھشتی بچے ریت کی سروں پر دوڑتی دکھائی دی۔ منبرہ میرے ساتھ تھا۔ رات ہر فطرت میں جوا سے پر چٹھے چٹھے سہارا سم آگیا تھا۔ میں نے صاحب کے گیزہ جو سے کا انتظار کیا اور جب سہارا میں نہا گرم ہو گیا تو میں نے ایک بار پھر منبرہ کے قریب سے ہا کر دیکھا، وہاں ہی کے ساتھ کو دھپیں ہیں، دنگے جو سے میں اس کے چانگ میں داخل ہوا اور سہارا سے میں ہی ہوئی آخری دھپوں تک پہنچ گیا۔ ایک بار پر بچے شہ جوا کہ اس میں اسی برج کے پتھر استعمال ہوئے ہیں جس کے فرش پر جوا کو صوفی صبر کی دھتھ فطرت کے لیے بٹھا گیا تھا اور وہاں میں نے کچھ نہیں لکھا تھا۔ صوفی سم کی دھتھ میں نے اپنے گھر کے باغ میں پیشہ کر رکھی تھی جہاں اس وقت تک کوئی بھی سہارا دھتھ نہیں تھا اور اسی دھتھ میں زہرا ترستی ہوئی تھیں نہیں جی کو میں نے آنکھوں دنگے سوز کی طرف جہاں کیا تھا اور اس میں وہ بھی خاصا میں نے سر میں چٹھے چٹھے دہی آنکھوں سے دیکھا خاصا کی وجہ سے ایک سلطان سوز گھ، جو سہارا دھتھ فطرت





Surely we are all mad people, and they  
whom we think are, are not.

- Cyril Tournier

ہر کچھ نہ تھی عزیزیں اور غلامی  
عجب کہ کچھ ہنسنے کی بات  
ہر ایسی کچھ مایہ و فکھام  
کہو کچھ اور دست و پا  
۔۔۔ ہر شہر

نکری دلوں کا نظم

گورانی دلوں سے متعلق ہیں یہ ہے کہ آج کے آپ کی فکر آند کا نظم  
جو انہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ میرے دلوں میں ہر قسم کے درد  
آتشیں ہیں، میں اور ہم لوگوں کے حالات سے بہ طوفانی طاقت ہیں۔ آپ  
کو یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ ہر قسم کی طاقت کے بعد بنائی صاحب قبلہ  
ہی کی اہلیہ سے میرے خیم کے ساتھ کسی قسم کا ملوکہ روا رکھا ہے۔ اور کو  
میں اور کچھ کام میں کہ کہ نام کرتے ہیں اور بیٹے ہر کھانا نہیں دیتے  
ہیں اور کبھی کبھی بلکے کھاتے ہیں زہر کا کہ دیتے ہیں تاکہ میں کھائی خود  
جلاؤں۔ اور کھانے کے سب دکان داروں کو سنا کر دیا ہے کہ مجھے سو دوا  
کریں۔ اور میرے دوستی صاحب بھی بلکے نام کرتے ہیں۔ اور نے جانا  
تو ان سے وہی طرح کہیں کہ اور ان کے پھوٹے بنائی صاحب بھی بلکے  
نام کرتے ہیں۔ اور ان دونوں نے اپنے ہاوس میرے چمکے کار کے  
میں۔ اور بھی میرے بہت سے دشمن ہیں۔ آج سو رہے آپ کی آمد کی  
طرح تھے ہی میں آپ سے ملنے آیا تھا خود کسی ایک کڑی پر میرا بچا

یہاں سا سہارا دے گا کہ پر سے جلا اور صوفی اٹھیں، جس میں چاندی کا ہر ایک سا چھتا ہوا تھا، خور کے  
ایک ایک صف پر رک رک کر آگے بڑھنے لگی۔

کرتے ہوئے آئے تھے تو میں آپ سے ملے بغیر دھمڑے کی گلی سے  
 لوٹ آیا۔ سو میرے بہت سے دشمن ہیں مگر کسی کے پاس میری وقت  
 میری گزشتہ کیا کرتے ہیں۔ کبھی میری ہر کسی بھائی کے پاس میں  
 میرے مکان کے آس پاس ٹھہرتے ہیں۔ کبھی خدا کی قسم میں تو نا  
 نہیں ہوں۔ انڈیا ٹھیک ہو جائے تو ایک ایک کو نہ چکھوں گا۔ میری  
 ہی دست دہی پڑی ہے سو میں راز دہی پڑی کے آسمان کے بیٹام  
 وصول کرتا ہوں۔ میں ایک ایک سے کہوں گا۔ سو آپ کو بھائی کو  
 میرے سوتلی صاحب دہی ہے میں کے پاس میں جو نہ عالم دہی  
 دہی سے کہتے ہیں یا بھائی ناخبر ہوں۔ میں نہیں جان کر ناخبر ہوں۔ سو  
 میرے سوتلی صاحب اپنی میر دہی کو بھائی میں میری بھائی کو کہتے تھے  
 نہیں دیتے ہیں۔ انہیں دہی سے کہتے ہیں کہ بھائی دہی دہی۔ سو میں کے  
 ہوتے جانی صاحب ہی بھائی دہی سے کہتے ہیں اور بھائی دہی دہی

نہیں۔  
 اُس میرا انڈیا ٹھیک ہو جائے تو میں کہیں تو کوی کو میں یا نہی نہی  
 پڑھانے کہیں تاکہ کسی کی بھائی نہ ہو۔ سو بھائی دہی دہی دہی۔ سو آپ  
 کو کسی کا بھائی نہ کہتے۔ آپ میرے حال پر صرف اپنی عزت دہی  
 کہ کسی دہی یا میرا بھائی کے نام ایک پر نہ کہوں تاکہ وہ کہہ دہی نہی  
 کہوں کہ میرا انڈیا ٹھیک ہو جائے۔ میرے انڈیا میں کوئی خرابی نہیں  
 ہے صرف کہ بھائی دہی دہی۔ سو میرے بھائی دہی دہی دہی دہی  
 میرا کام ہو جائے تو میں دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی  
 ہوں۔ آپ یہ سب دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی  
 میرا انڈیا ٹھیک ہو جائے تو میں بھائی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی  
 ہوں۔ دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی

انڈیا ٹھیک ہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی  
 بھائی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی  
 کے دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی  
 ٹھیک نہ ہوئے پر ٹھیک سے کام کیا تو میرا انڈیا ٹھیک ہو جائے گا تو سو  
 ہی ٹھیک سے کام کروں گا۔ میرا دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی  
 دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی  
 دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی  
 دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی

میرے بہت کام آئے گا۔  
 دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی  
 دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی  
 دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی

نکلا بہ صاحب  
 دہی دہی دہی

دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی

۳

ایک آس کر نہ دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی  
 نام کا بھائی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی  
 دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی  
 دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی  
 دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی دہی

اور اس پر بھی جوتی گود چھینٹوں کے نشانوں سے داغ دار تھی۔ سرنگ بھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گھوڑے  
پھٹے گلی ہو گی۔ جہاں کو بارش نہیں ہوتی تھی۔ سناٹے کی کیفیت معمول سے گہرا نہ تھی اس لیے  
کہ ابھی عام نہیں ہوئی تھی۔ لیکن اب دور سے دیکھنی کو توڑنے والی ایک آواز آتی شروع ہوئی۔ یہ  
ایک رات خاصہ کے اندر کوئی شخص بیٹھا ہوا دیکھنے سے احوال پتہ رہا تھا۔ ٹھوڑے  
ٹھوڑے دھکے کے بعد دیکھنے میں سے گھٹی رنگ کے پردے باہر نکل کر جھٹکے ہوئے ہو جانے کو  
دیکھنے سے آگے اڑے جاتی۔ دیکھنے دیکھنے حاصل میں تبدیلی پیدا ہوتی۔ اس میں سرنگ پر چڑھتے  
والی گھٹیاں کے داغوں سے صحت خاصوں کے بچے نمودار ہوتے ہوئے پردے ٹوٹنے کے لیے دیکھنے کی  
طرف دوڑ پڑتے۔ زمین پر ٹوٹتے ہوئے پردے آٹھنا نہیں دیکھنے کو اب دیکھنے کے گود جوں کا  
انہوہ ہو گیا۔ اسی مقام میں گود ہوا نکلا۔ یہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مٹائی کے گڑھے پر چھینٹوں کا  
محل ہوا ہے۔

دیکھنے میں سے ایک اور گھٹی رنگ کا پردہ باہر نکل کر اب میں اٹھا ہوا جوں کے سروں پر سے  
ہوتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ اسی کے ساتھ دیکھنے کی رفتار تیز ہوئی اور ٹھیک اسی وقت دیکھنے کے قریب  
والی گلی سے ایک داغ پانی صورت پر آ رہا ہوتا۔ یہ وہیں چڑھتا ہے یہ رنگ برنگے کو سنبھالتی ہوئی  
وہ آگے بڑھی۔ دیکھنے کے باقی سامنے آگے ہوتے پردے کو اس نے آواز ہی کے ساتھ دو غصوں  
باغوں سے پکڑنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں دیکھنے کو دھنسنی کر گئی۔ اگلے پچھلے گلی ہی مگر  
سے دو زمین پر آ رہی ہو دو غصوں کا پردہ پانی کے ساتھ اڑ کر مٹی ہوئی۔ پردہ اس کے باغوں سے  
نکل کر آگے بڑھ چکا تھا اور اس دیکھنے کی راہ سے باہر سرنگ پر لٹا ہوا آ رہا تھا۔ احوال کی آواز دہر دھکے  
کی جڑیں گھڑی رنگ گئی اور اب صورت باغ کا پکا کر دیکھنے والے سے لڑی تھی۔ دور سے اس کی آواز  
نہیں سنائی دے رہی تھی لیکن اس کے باغوں کی جھنجھکیاں دیکھنے کے لیے کافی تھیں کہ اس کی  
زبانی سے کسی نوعیت کے الفاظ ابھر رہے ہیں۔

گلی میں سے ایک شخص آگے کریم کریم لٹا ہوا باہر سرنگ پر آیا۔ دو دو اچھلیوں سے آگے  
کریم کے پھٹنے لگے کو بہت سنبھل کر پکڑے جسے آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ دو دو اچھلیوں  
کریم تیزی سے گھل رہی تھی اور دو غصوں خود ہی در ہوا منہ ہوا دھکے کر گھٹتی ہوئی آگے کریم کے

ظہر سے لہتی زبان پر چٹا ہوتا تھا۔ پھر آگے کریم کو باہر ہری نظروں سے دیکھ کر آگے یہ احوال کرتا  
تھا کہ سب وہ کھتی باقی رہ گئی ہے۔ پھر وہ دو دو کے ظہروں کو آگے کریم کے سر سے ٹک آگے  
وہ احوال پھر جوتی سے سر چپکے کر کے آگے کریم کو اپنے گھٹے ہوتے منہ کے نور دکھا ہوتا۔ اس نے  
بالوں کو خوب نیل اور پانی ٹپڑ کر چپکے کی طرف منہ دیکھا تھا جس کی وجہ سے اس کا ہر دست سنا  
ہوا معلوم ہوتا تھا۔

گلی آگے اس نے دائروں پر دیکھے جس میں آگے کریم سے کھار منہ ہوا اٹھا ہوا۔ لیکن اب اس  
کے باغ میں خالی تھا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک بالی سا آکر چلا گیا۔ اس نے تڑپ کر پھٹا ہوا۔  
پھر بچے لڑکی اور دیکھا کہ آگے کریم زمین پر گر کر نمودار کے پیر کے گلی گئی ہے۔ اس کی  
گاہوں میں بالی ہر کو باغی اچھلی اور غائب ہو گئی۔ اس نے آگے کریم کے پھٹنے کو جوتی  
جوتی دو زمین پر چڑھا۔ پھر اسے چوبک کر گلی کی طرف دیا۔

تو جاتی؟ اس نے فیس کی جیب میں باغ ڈالنے ہوتے آواز دی۔ تو جاتی آگے کریم؟  
لیکن نمودار نمودار کے دم ٹھیک پڑ گئے۔ اس نے جیب سے باغ نکال لیا اور گود رنگ  
نہیں کھرا ہوا۔ اب تک اس کی آنکھیں شروع ہو گئیں۔ بچہ سرنگ پر آکر اس نے آسمان کی طرف  
دیکھا۔ آسمان پر ظہری جھانے جھانے دو دو نیل دم ایک طرف بٹا۔ پھر دوسری طرف۔ پھر  
تیسری طرف۔ جیسے بڑے کاغذی کردار ہو۔ آخر ایک جگہ پر وہ دم کو کھڑا ہو گیا۔ اس نے دیکھا سر نمودار  
اور وہاں کہا جس کی وجہ سے اس کی گود بہت اچھلی معلوم ہونے لگی۔

ایک "دو چھوٹا" اثر تھا۔  
پھر وہ آگے کریم کے دیکھنے کے پاس پہنچا۔ زمین پر چپک کر اس نے دیکھنے کے گود اچھلی  
سے دائروں کا پیر چھیننے پر باغ باغ کو سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھیں نہ جوتیں اور نہ ہوتے ہوئے  
سبوں کی طرح منہ سے فٹوں کا فوارہ سا جاری ہو گیا۔ بہت چپکے ریل پانی صورت کے باغوں کی  
جھنجھکیاں ان فٹوں سے ہم آہنگ جاری تھیں۔ لیکن آوازوں کا جھگڑا ختم ہوا۔ نہ کلا آگے بڑھا اور  
احوال پھر پھٹنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی سرنگ پر گڑھے ہوتے اس شخص کی حالت میں ٹپڑ ہوا ہوا۔  
اس کے ہاتھ بچے گئے۔ آنکھیں گھٹیں۔ چھینیں اور نکلا گئیں۔ اس نے گودیں گھما کر دیکھنے کی



اگلی رات میں ختم ہونے والے تھے باقی باقی سے کہ چھکے جا رہا تھا دلی وضع کا وہ پہانگ بہت زیادہ تھا صوم ہوا تھا۔ اس کے آس پاس بڑی بھلی بھلی تھی۔ توگھ جیسے جیسے ہاتھوں کی شکل میں تھوڑا دھل ہوا ہے اور دھل ہونے سے پہلے اس کی شکل پہانگ پر ضرور نظر نہیں۔ وہ چہرے پہانگ کا ہاتھ چھوڑے آہیں میں باقی کو لے جیسے اس میں سے گزرا ہے۔ بعض اس کے نیچے سے گزرا ہے وقت سر آٹا کو گور گھٹنے سے اور بعض کو قش کو لے اس کو گزرا کر لے صوم ہونے۔ زیادہ تر ایک کٹے میں کی غلی دوری سے اس پر جم جائیں اور وہ دیکھنے کو قابض ہوتے ہیں کی بار کی رو سے اس کے دھڑکے میں سے دھلی کے قش و چکر کو ہوا رہی ہے۔ اس میں جڑے ہوتے دیکھیں ہاتھ کے گھڑوں کی اٹھ رہی ہاتھوں کے سر تک پر ہوا رہی صوب کا رنگ کہ کہ غالب ہے۔ یہی بھلی سر میں پر قائم کی سوتی پہانگ کی پڑتالی پر ہاتھ کی ساختہ بھلی سوتی کی نور و صحت کی دھلی بھلیاں کسی وجہ سے سر تک صوم ہوا رہی ہیں اور اس سے بھی زیادہ نور و صحت دھلی کے اس ہلکے عروقی کس پر ہے جو پہانگ کی پڑتالی پر ہے ہوتے تک ہاتھ کے ایک حلقے کے پورا تھا ہوا ہے۔

کہہ اور قریب آئے پر وہ دیکھنے کو چھوڑے ہوا دھلی کے کارنگوں نے اس پہانگ میں ہوا صحتی دھلی سے دور سے پوری طرح نظر نہیں آ رہی تھی۔ اب نہ تو دھلی کے اندر و صحتی دھلی میں اور جب وہ اس بارنگوں کو غور سے دیکھتے ہوتے پہانگ کے باطن قریب دیکھ جاتے تو اس کو تک ہوا کے ستونوں پر مٹی کے ڈھانچے جیسے نظر آتے۔ ہر وہ دیکھنے کو ہاتھ سے ستونوں کی سطح پر اس میں دھلی گئے ہیں۔

دھلی اس پہانگ کے چھکے تھی۔ لیکن اس سے پہلے دھلی کے آگے یہ پہانگ نہیں تھا۔ گزرا ت تک میں یہ پہانگ ہوا پر نہیں تھا۔ لیکن اب یہ بڑا بڑا سرنگ سے کہہ لے پھر ہوا جو دھلی دھلی اس کے چھکے کا نہیں آتی تھی لیکن دھلی کا رنگ اس کے آگے گھم ہوا آئے دھلی کا دستکار کر رہا تھا۔ وہ ہر آئے دھلی سے وہ تین بھلیوں میں ہات کر رہا۔ ہر ایک طرف ہتھ کر

پہانگ کی جانب ہوا کر رہا۔ اس طرح صراغوں کا ایک صوم پہانگ کے نیچے سے گزرا ہوا تھا۔ یہ صوم زرا انداز پر کے لیے کہ بھی جاتا تھا۔ اچھے ہی ایک سولے پر اس نے پہانگ کے ایک ستون پر چلنے سے اٹھ پھیری۔ ہر اٹھ کو آنکھوں کے قریب ہوا غور سے دیکھا۔ ہر اٹھ سے اور اٹھ کو وہ نہیں ہوا کر رہا۔ اسی وقت ایک نوجوان خیر پیتا ہوا پہانگ میں داخل ہونے لگا۔ اس نے نوجوانوں کو لکھیں سے دیکھا اور آہستہ سے پکارا۔

خیر ہوا صوب۔

اسی دن وہ۔ نوجوانی غور آگے کر چلا۔

کھلی۔

انہو وہ آگے کر گم ہوا۔

آگے گئی ہے۔ اس نے ہاتھ پر ہاتھ پڑا۔ وہ کھاتی۔

نور۔ نور۔

نور ہوا۔ اسی دن۔ اس نے صوب سے ایک بھلی خشتی لیاں کہ نوجوان کی طرف بڑھائی۔

کھلی ہے۔ نور۔ نوجوان نے خشتی لیتے ہوئے کہا۔ آپ کسی بولتے نہیں۔

نور نہیں صحت ہے۔ اس نے کھلی کی گرمی دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے ہر سوتے

وقت۔

تک پہانگ ہے۔ نور۔ نوجوان نے بھی گرمی دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ مڑ کر پہانگ کی طرف چند قدم لگا کر اسے باپ کی آواز پر سنائی دی۔

خشتی بگھڑی کے۔

نوجوان دھلی چلا۔

بگھڑی ہوا ہے۔ نور۔ اس نے قریب چھٹکتے ہوئے کہا۔ سوتے وقت بھی تو۔

لیکن باپ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا۔

ایک کھلی لال لکھ۔

نور جب نوجوان خشتی اسے دھلی کر رہا تھا تو اس نے ہاتھ خشتی کو صوب کر لے جیسے کہ



میدوار ہیں۔ دعا مست بھی ہے گا۔

نہیں جب تو جوں پہانگ کی طرف دھڑکنے کا ٹوٹے باپ کی آواز پر مائی دی۔

آجیہ آجیہ وہ خود گالی کے انداز میں کہہ رہا تھا۔ آپ ہی کی کسر تھی۔

تو جوں پر چلا۔

۹

کہہ نہیں۔ دروازہ صاب اپنے باؤا کے ساتھ گھر پہنچا رہے ہیں۔

تو جوں نے دیکھا۔ پہانگ سے جاسے کاٹھ پر سرگ کے کنارے داسے پاسے داسے کے در بیک لڑکے نے دروازہ کو پانچیل سے دھڑکا۔ تو جوں بڑبڑایا۔

دروازہ تو آج کل

تھیک ہے۔ آپ اندر گھر بیت لے جائیں۔ باپ لے گا۔ ان کا استقبال میں کر دیں

۱۰

نہیں دروازہ کاؤنچ پاسے داسے کی طرف تھا۔ اس کی پہل سے ظاہر ہو رہا تھا کہ پانچیل کے دڑنے پر جیسے جیسے اس کا ایک پانی کس جا گیا ہے۔

۳

پاسے داسے ہیں اس وقت وہی آدمی تھے۔ میں میں بھی ایک پاسے داسے کا ایک تھا۔ اس نے دروازہ کو آتے دیکھا تو بڑے تھک سے بولا

آجیہ دروازہ میں۔ ایک بائی مائی جو جانے۔

نہیں کہہ رہا۔ آج نہیں۔ دروازہ پاسے داسے کے خوش زینے چڑھ کر ہوا۔

سمیت سے دے رہا ہیں۔

آج نہیں۔

لیجیے جی۔ میں کئی سے گھنٹے توڑی جا رہا ہوں۔

آج نہیں۔ دروازہ نے ہر کہا۔ اس کے پھر سے پر بھی ہی سکو بیٹ آئی۔ وہ محمد میں کی طرف ضرور جانا خود دروازہ دے گئے ہیں وہ۔ آج آئیں کریم جی ا۔ پھر اس نے پہانگ کی طرف اشارہ کیا۔

ہیں ا تو آج منگور صاب کے یہاں دعوت لڑنے کی ا۔

دعوت نہیں۔ دروازہ نے بڑی دھمکتے کے ساتھ کہا۔ صرف آئیں کریم ا۔

مہارت ملی گئی ا۔

مہارت کی اسی کی تھی ایک تو لے کے بھاری آئیں کریم کر دی۔ محمد میں، جدا سر گرم نہ کر ا۔

آپ ہی دروازہ میں ملحق کا دیا میں داسے ہیں۔ منجیہ پاسے دے رہا ہیں۔

پاسے نہیں۔

صرف آئیں کریم ا۔

صرف ا۔

تھو ا تو جی بھرا بھی ہے۔ کارا آتا ہے۔

تو پھر۔

بہم دکان چھوڑ کر کہاں جائیں گے۔

اچھا تو پچھیں۔ پھر ہیں۔ دروازہ داسے داسے دکا۔ محمد میں کے قریب آ کر اس نے

جب سے گھٹی رنگت کا پردہ لٹا۔ اسے بھی دیکھ لیتا۔ آج ہی آیا ہے۔

اس نے پردہ پر نشوں کے چوڑے پردہ کو دیکھا اس میں اس کا ہاتھ چوڑے پردے پر لگے ہوئے ایک بڑے سے سپاہ ہاتھ سے قریب قریب چھو گیا۔ تب اس کو پاسے داسے میں دوسرے آدمی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اس کا چہرہ دروازہ کی طرف نہیں تھا۔ لیکن دروازہ اس کے پھر سے کی طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔ اس نے ایک نظر سپاہ ہاتھ کو دیکھا اس کی موٹی انگلی میں بڑے چوڑے چاندی کے ہار یک پھلے کو دیکھا پھر بڑی احتیاط کے ساتھ گھٹی پردہ چوڑے پردے سے اٹھا کر جب میں

وہاں اس کا دل دھیر سے دھیر سے کانپ رہا تھا لیکن اس نے خود کو سنبھال لیا۔  
 چنانچہ کہہ دیا، "اس نے ہاتھ کانٹے کی سیرمیاں اڑانے سے بھڑائی ہوئی آواز میں کہا،  
 "میرے آج میں نے دیر ساری ہے۔ اور وہ خیر خواہوں سے چابک کی طرف دوڑ نہ سکا۔  
 "کہہ میں کہہ رہا تھا کہ یہاں میں سرنگ کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر دوسرے آدمی کی طرف دوڑ

آئی۔  
 اصل پر چھ ٹاپ، تو صوفی گھڑا رہ گئی تھی۔  
 بارش وہاں۔ دوسرے آدمی نے پوچھا، "صوفی صاحب! تم نے پائے ہیں؟"  
 "غوب پھانٹا۔  
 اپنے دوا سے ہی کی صورت بہت مٹی ہے۔  
 ہر سے عادی کی پانچ سی کوٹا ہے۔ اور یہ تو بڑا بڑا لگا تھا۔ پھر موسم نہیں کیا تو  
 ہو گیا۔

صوفی۔ دوسرے آدمی نے کہہ سچنے ہوئے کہا، "صوفی تو کہہ میں، بہت پھل ہی  
 گھڑا ہو گئی تھی۔  
 "کاشی۔ مگر متکرم صوب کو تپا رہی ہے۔ پوری صوفی کو صبح کو اُسے کہہ رہا۔ جب دست  
 لگی ہوئی تھی تو کھٹے مسٹر کی ہاتھ پینے آتے تھے۔ جاتے تھے دست میں جتنا چڑھا رہا ہے اتنے  
 میں نہیں شے نکال ہی جاتے، دس دس گئی نہ تھکتا دالے۔  
 "تو کیوں نہیں رہا ہے؟"

اسی۔ اسی نامی کہ صوفی بھی نئی دہائی ہی سہا ہے۔ اور تو ہاتھ پر آج کل کا کام۔  
 مگر مٹا تو رہا نہیں رہا۔  
 "جدا۔ دیر نہیں ہے؟"  
 بہت بدل گیا۔

تجلی خواب۔ رہاں طرف ہی بہت ہو گیا تھا۔ اصل کا کہہ رہا نہیں پھل تھا۔ نکل دیکھیں وہ  
 کی نہیں۔ مگر ایک بہت بھلی خواب، اگر آج انہیں ٹھیک ٹھیک موسم سہا ہے کہ رہاں کی رہاں

تو آج ہی وہ اسے تھا کہ ہر سے رہاں شروع کر دی گے۔  
 پھر وہاں رہاں۔ خود چھوڑا۔ کہہ رہاں کہ دوسرے آدمی کو ٹوٹنے والی نگاہوں سے دیکھتا رہا،  
 پھر رہاں۔  
 "تو نہیں جانتا ہے صوفی کا رہاں کیا تھا؟"

"لکچر جانتا رہا؟" دوسرے آدمی نے دھیر سے سے کہا، "کہہ میں تھا کہ انصاف وہاں تھا۔  
 آئے۔"

"کاشی۔ خیر چھوڑو۔ رہاں دیکھیں، کہنے کا ٹھکانا جو اسیری رہا تو۔" وہ خشک گے، "کہہ وہ  
 سرگوشی میں رہی۔ متکرم صاحب۔"

صوفی کا ٹھکانا ہاتھ کانٹے کے پھل چڑھ رہا تھا۔  
 کہہ میں، "اسی نے چابک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، "آپ کا متکرم کر رہا  
 ہو۔"

کہہ میں ہو کھلا رہا تھا۔ مشکل سے ہوا  
 "خاطر۔ حضور حاضر رہاں چلی، اسی گناہ میں لوں۔"  
 "آئیے۔ اسی شروع ہے۔" اور وہ چابک کی طرف لوٹ گیا۔  
 دیکھا خواب، میں نہ کھاتا تھا؟ کہہ میں نے دوسرے آدمی کو مخاطب کیا، "بیرا آدمی  
 ہے، بیرا۔"

دوسرا آدمی چاندی کے پھل کو اپنی انگلی میں آہستہ آہستہ گھماتے ہوئے ہوا،  
 "خیر جو آؤ کہہ میں۔ یہاں میں دیکھ لوں گا۔"  
 آرام سے دھو ہوا، کہہ میں گھمائی رہے کہتا اتارنے سے وہی اسی وقت کوئی  
 کابک تو دوسرے آئے تھے۔

دکان کے دینے آئے آئے کہہ میں کہنے کے سب جی ہا چاہا۔



ہانگ کے جس پاس اب تیز روشنی چلی ہوئی تھی۔ وہاں ہانگ میں بھی کی شریلوں سے روشنی تھا۔  
وہ گرم قسم کے لوگ اس میں آ جا رہے تھے۔ کوئی صباں نظر نہ آتا تھا۔

سوئی کا ہانگ ہانگ سے باہر آتا۔ وہ آدھوں کو گھیر رہے تھے۔ دیکھنے کے بعد وہ اس دروازے  
رک گیا۔ دروازہ کھٹکا جا ہانگ سے باہر آتا تھا۔

وہ دروازہ صاب، کہ مر ۶۔ اس نے دروازے کے سامنے آکر کھڑا

تھرا۔ دروازے نے پانچتے سے جواب دیا۔

خیریت؟

سیر نے دھمکا کیا۔ صوم نہیں کی لوگوں کے ساتھ بگے بھاڑا۔

اب دوست ہیں۔ آپ اندر چلیے۔

نہیں نہیں۔ وہ سیری پارٹی کے آدمی نہیں ہیں۔

تھرا۔ نہ ہیں گے۔ آپ وہ سیری سیر پر دوشا ہانگے گا۔ چلیے، میں آفس کریم لگا لے جا رہا

ہوں۔

نہیں۔ منگور صاب، غلط ہے۔ آپ نہیں بگھٹے۔

اب سمجھا ہوں۔ آپ آئیے تو۔

اس نے دروازہ کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی لیکن دروازے سے کھڑا کر چاک کریم ہوا۔

چائے خانے کے اندر فریب فریب سے میرا تھا۔ دروازے کے پیچھے سے دیکھنے پر گھنٹوں  
کے اس گرا۔ گھر ویران ہی دیکھا۔ پھر آہستہ سے کہہ کر اٹھا اور چائے خانے کے درمیان داخل ہو  
گیا۔ وہ اب پہلے سے زیادہ پانچ رہا تھا۔

کہہ میں! اس نے آہستہ سے پکارا۔ گھنٹا جواہر نہیں دھم آگے بڑھا اور کسی سے لگا  
گیا۔ خیر! اب بگھٹے ہیں۔ پھر اس نے سر اور اٹھا اور خود کو ایک ڈھکے سے سپاہیوں سے لے کر وہ

ہوا۔ یہاں سے میں بھی سی حرکت ہوئی اور دروازے سے اس کے اٹھنے سے ہاتھ کو ٹوٹا۔ وہاں سے کہ  
دیکھا۔ ہاتھ ٹھیک سے نظر نہیں آتا تھا۔ اس کی انگلی میں پڑا ہوا ہاندی کا پھلہٹون چمک رہا تھا۔

کون؟ دروازے نے قہر سے کہی ہوئی آواز میں پوچھا۔ پھر اس کی ٹھنکی بندھ گئی۔

دروازے میں، "بھاری گمراہ آواز آئی، "آپ کا خط بگھٹ گیا۔"

"خیر؟"

بھلی سی پڑ پڑا ہوتی ہوئی اور سپاہی ہاتھ میں وہ سپاہیوں کی نظر آئے۔ دروازہ پر گھٹنوں کا نشان  
کو گھور رہا۔ پھر پڑا ہوا

غلا۔ پڑا گیا! "ہانگ وہ زور زور سے ہلنے لگا، "میں کہہ نہیں سکتا تھا۔ میں نے کسی کو خط  
نہیں بھیجا۔ بگے بگھٹا ہی نہیں تھا۔"

"آپ کا خط بگھٹ گیا۔"

اب دروازہ کا سپاہی تھا، لیکن اس نے شہاں کی جھنجھک کو خود پر لگا ہوا تھا۔

"بگے چائے تو، "وہ زور سے دھمک دیا لیکن میں ہوا۔

بھلا خاں میں رہا۔ دروازے نے غور پر پڑا ہوا اور کڑھت آواز بنا کر ہوا

"میں جاتا ہوں۔"

بھلا صاب بھی خاموش رہا۔ دروازہ ایک گرم جھگڑے میں۔ اب وہ وہاں سے جا رہا تھا، لیکن اس نے  
پھر خود کو منبھا۔

"میں کسی سے نہیں ڈتا، اس نے کہا۔ سیری میں بہت بڑی پارٹی ہے۔"

"میں بھی آپ ہی کی پارٹی کا آدمی ہوں۔ دروازے میں۔"

ہانگ دروازے کے چمکے کی طرف بھاگ گیا۔ نیچے سرنگ پر گرا، اٹھا اور جاگتا ہوا سرنگ پر  
کھڑے ہوا۔ ایک سپاہی کی تیز روشنی میں اس کا سر اٹھتا، ایک کی چمچ ستانی دی اور اس حالی  
سرنگ پر دیکھنے دیکھنے گئی آدمی پڑا ہوا گئے۔ گھر ویران کی علی آوازوں کا شور مارتا ہوا میں گئی بار  
دروازہ کا نام ستانی رہا۔ پھر کسی کے گھر

"اسٹوڈنٹ لے ہا سٹوڈنٹ اسٹوڈنٹ۔"

ایک اور آواز آئی:

کیا قتل، تم ساتھ جوش ہو؟ ہم گھر پر اطلاع کر رہے ہیں۔

زور سے دو دروازے کھولنے کی آواز آئی اور کاروبار سے آ رہی تھی گھوم کر اسی صحت روانہ ہو

گئی۔

گھومتی ہوئی کار کی روشنی چند لمحوں کو چاہے غائب کر دے اور جی گھر سے جیسے آ رہی ہو

نہی۔ کار نے گاہ بگاہ سے گئے بعد میں وہ غالی سرنگ کی طرف منہ کیے اور کب ایک بار اپنے کی

طرح اور جی گھر سے۔ پھر آہستہ آہستہ چمکے پھٹے۔

اس وقت کوئی گاہک، اگر سرنگ پر سے دیکھتا تو اسے چاہے غالی نظر آتا۔

وقفہ

Then did I know how existence  
could be cherished,  
Strengthened, and fed without the aid of joy.

Emily Brontë

میں تقسیم و گم تقسیم و ہدائی بر ہوا  
لہریم و لہر سخی با صفاً لہلہا  
— کہانی مردہ کی

و نکلتی ہمارے خاندانی میں بے شکلی سے ہے۔ بلکہ جہاں سے  
ہمارے خاندانی کی تاریخ کا شروع کیا شروع ہوتا ہے وہیں سے اس کا  
ہمارے خاندانی میں موجود ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کی تاریخ  
ہمارے خاندانی کی تاریخ کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔  
ہمارے خاندانی کی تاریخ بہت مربوط اور قریب قریب مکمل ہے۔  
اس لیے کہ میرے اجداد کو اپنے حالات معلوم کرنے اور اپنا شمارہ درست  
دیکھنے کا بڑا شوق رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے خاندانی کی تاریخ شروع  
ہونے کے وقت سے لے کر آج تک اس کا تسلسل ٹوٹا نہیں ہے۔ لہذا  
اس تاریخ میں کوئی کوئی وقفہ ایسا آتا ہے۔۔۔

۵

سہرا بابہ ان پڑھ آدمی تھا اور معمولی پینے کا کرتا تھا۔ اسے کئی ہنر آتے تھے۔ چپیں میں فوجی  
بھین تھا کہ اسے ہر ہنر آتا ہے۔ لیکن اس کا اصل ہنر سودی کا تھا اور یہی اس کا اصل پیشہ بھی  
تھا۔ لہذا اگر وہ سم کی خرابی یا کسی اور وجہ سے اس کو سودی کا کام نہ دے گا تو وہ کوئی بہ کاشی یا کچھ اور  
کام کر لے گا۔



موجود تھا۔ بکے صاحب ہوا کہ میرا باپ گھر پر ہی کسی وقت معذرت کا کام کرتا ہے۔ یہی صاحب کرتا  
 تھا جس مکان کی مٹی بلی دوار کے قریب ایک بڑے دروازے کے پاس کھینچ گیا۔ اس دروازے کے  
 دو خانہ پشتوں پر کھڑی کی وہ کھلیاں ابھری ہوئی تھیں۔ بکے نہیں معلوم تھا کہ میرے مکان میں کوئی  
 دروازہ نہ ہو ہی ہے۔ میں دیر تک اس پر ماتہ رکھے سوچتا رہا کہ اس کے چنگے کیا ہو گا۔ مگر وہ بھی  
 تھا کہ یہ کبھی مٹی کے سے گا دروازہ نہیں ہے۔ مزید بھی کے لیے میں نے اسے خود سنا کھول کر اندر  
 جھانکا۔ جوں جوں میرے کمرے میں کھڑی کے لیے لیے گھر میں نظر آئے۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ خانوں پر  
 بہت بڑی بڑی کتابیں تراشب کے ساتھ رکھی ہوئی ہیں۔ میں نے ابھی پڑھا شروع نہیں کیا تھا،  
 تاہم بکے میں کتابوں میں گہرے دل چسپی ہی پیدا ہوئی تھی۔ انھیں قریب سے دیکھنے کے لیے میں  
 دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ ساتھ ہی دوار کے قریب دفن پر ہی کتابیں  
 ڈھیر ہیں۔ انھیں نزدیک سے دیکھنے کے لیے میں آگے بڑھا اور کتابوں کی طرف سے سری خوب  
 بہت گئی۔

دھیر کے اس طرف دوار سے علی ہوئی چلائی پر ایک ہوشیار آدمی آنکھیں بند کیے بہت بڑا ہوا  
 تھا۔ چار دنے کا مکان کی طوابع کے بچے میں وہ خود ہی ایک ہوشیار و کتاب معلوم ہوا تھا۔  
 میں ایک عام بچکے تھا۔ وہ در میرے باپ کی مستوری کی بجلی بجلی آواز سنائی دے رہی تھی  
 اور میں چلائی پر بڑے سے آوی کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اپنے ہاتھوں کو اس سے وہ بکے گہرے  
 سا معلوم ہوا۔ اسے غور سے دیکھنے کے لیے میں کھنٹوں پر ماتہ کو کر جتا ہی تھا کہ اس نے  
 آنکھیں کھول دیں۔ گہرے تک جب جب میرے کھنٹا پر اس کے ہوش تھا۔  
 "آؤ شہر کو،" اس نے کہا، "میں شروع کیا ہاں ہے۔"

ہاگ میں نے سوچا کہ جاکر اپنے باپ کے پاس آ گیا۔ وہ اسی طرح اپنے کام میں مشغول تھا۔  
 اس کے ہاتھ بائیں بائیں کی انھیں میں چاندی کا کارہا تھا اور داہنے ہاتھ میں ایک نازک سی مستوری  
 تھی۔ کبھی کی ایک بہت بہت بل مٹی اس کے سامنے تھی جس پر اس نے طرح طرح سے مٹی جوتی  
 پتیاں اچھادی تھیں اور اب اس پتیاں کی ہر ایک رنگوں میں چاندی کا کارہا بشارا تھا۔ بکے اپنے  
 قریب مسمی کر کے اس نے گہری اٹائی اور اجڑے سے مسکرا پ۔

"آئیے،" وہ دھیر سے سے بولی، "میں گھر میں رہنے کے آپ؟"  
 "ہاں... وہ بڑا کئی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ آپ نے اپنے استاد کو دیکھا نہ تھا؟" وہ بولا اور پھر پتیاں کی رنگوں میں کارہا نے گا۔  
 "استاد؟" میں نے پوچھا۔

"لیکن آپ دیکھا نہ کیا ہے؟" جواب میں اس نے ہی پوچھا اور بکے ہاتھ پر  
 "فیصلہ" میں نے کہا، "وہ انہوں کا فیصلہ نہیں ہے؟"

"وہ آپ کو نہیں ہے گا۔"  
 اب بکے صبر آئے گا۔

"کون ہے؟" میں نے پھر پوچھا۔  
 "نہیں ہے گا۔"

بکے غور سے آیا، لیکن اسی وقت اس نے پوچھا  
 "آج کون دی ہے؟"

میں نے اسی لمحے میں ہاتھ اور پھر پوچھا  
 "فیصلہ نہیں ہے؟"

زیر میں سے آپ کا سین شروع ہوا گا، اس نے بڑے سکون کے ساتھ کہا۔  
 میں نے اسے برا بھلا کہنے کے لیے سنا کھڑی تھا کہ اس نے وہ فوس پاتہ آگے بڑھا کر بکے  
 اپنے قریب کھینچ لیا۔ وہ تکہ میرا پھر دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں مہر اور مسرور کی کی دہی  
 آسمان کی تھی کہ میں اپنا سارا غصہ بھول گیا۔ اس کی مستور اٹھائیں میری کھلی ہو جانے میں گڑھی جا  
 رہی تھیں اور پھر دھیر سے دھیر سے لڑ رہا تھا۔ اس حالت میں وہ بکے جھوٹ بہت اچھا معلوم ہوا  
 تھا۔

"بھڑا بڑا ہے؟" میں نے خفہ سے کہا اور کبھی کی منتظر مٹی پر بجلی سی غور کر لائی۔  
 ایک ہوش کی رنگ میں بشارا ہوا غور گھڑ آیا اور میرے باپ نے جلدی سے بکے پھوڑا۔ اس کی  
 انھیں میں لپٹے ہوئے ہر نے میری کھلی پر ہالی کا ساتھن ہاتھ تھا۔ میں نے کھلی اس کی



بست طور کرنے پر بھی ان کا باہل و جان نہ مانتا میر سے دہی میں آتا اور فوراً اٹھ جاتا تھا۔ ایک موقع پر بگے اپنے استاد پر غصہ آئے لگتا تھا کہ کئی مرتبہ میں نے اس سے دہی پر تیسری کے ساتھ بات کی۔ ایک بار وہ آنکھیں بند کیے چپ چاپ پڑا میری باتیں سن رہا تھا کہ اچانک میر سے سر کے اندر چمک سی جاتی۔ میں نے چاکر کیا۔

نہرا چمک رہا ہے، حیران اور ایک بھاری کتاب اٹا کر اس کے پیچھے پر چمک دی۔

اس کے دو سر سے دن بگے اپنے نکالنے کے قریب کی ایک چھوٹی سی دس گاہ میں دھنسا دیا گیا۔

اس کے بعد میں شہر کی محنت دہی گاہوں میں پڑھتا رہا۔ صبح صبح میں میرا پڑا ہوا ہاتھ کی ساتھ چمک کر دہی گاہ تک پہنچتا اور وہاں سے واپس لانا تھا۔ چھٹی بار میں باہر نکلتا تو دیکھتا کہ دہی گاہ کے چانگ سے کچھ پھلے پر کسی درخت کے تنے سے چمک لٹنے خاصی کھڑا ہے۔ بگے دیکھ کر وہ آگے بڑھتا، میری کتابیں منہا لیا، اور کبھی کبھی میر کو بھی گود میں اٹھانے کی کوشش کرتا لیکن میں اسے غصہ کھٹ کر چمک چھٹا تھا۔ اگر کسی دن اسے آتے ہیں وہ جو ہائی ٹیجی خوش خوشی میر کر رہا تھا مگر وہ غصہ دہی گاہ سے دن دیکھنے ہانے کی منہ کرنا تھا۔ آخر رفت رفت میں نے تنہا ہانا اور واپس آنا شروع کر دیا۔ پھر میں غلی وقت اور چھٹی کے دوس میں بھی گھر سے باہر نکلتے تھا اور اسی نائنے میں ابھی بری محنتوں سے بھی آشنا ہوا۔ میں نے شہر کے ان تمام گھروں کے چکر لٹانے میں کے بارے میں استاد بھاتا شا کو کون دیا تھا ہے، کون بدل، کون پاپاس اور کون شادی۔

انہیں گودلوں کے دہی گاہ میں نے اپنے پاپ کو بازار میں دیکھا۔

وہ بازار کے اس حصے میں گھڑا ہوا تھا جہاں ہر روز شیخ کے دوست مزدور اور کارگر کام کی کافی میں آکر جمع ہوتے تھے۔ مزدوروں کا خیال دہی پر دہی وہ دن انگوٹوں کے بیچ میں رہ گئے وہ اس دہی کے لوگوں سے آہستہ آہستہ باتیں کر رہا تھا کہ اس کی نظر میر پر پڑ گئی۔ خیال دہی پر چھڑ کر وہ دیکھتا ہوا میری طرف آیا۔

گھبراہٹ اس نے پچھا۔

کچھ نہیں، میں نے جواب دیا۔

وہ گھڑنگ بگے ساتھ نظروں سے دیکھتا رہا، پھر بولا

کوئی بات ہو گئی ہے؟

کچھ نہیں، میں نے پھر کہا۔

بھیس دیکھنے آئے تھے؟ اس نے پچھا، پھر غور ہی ہوا۔ "ابھی بے غم نہیں کام پر دیکھے۔" پھر وہ آہستہ سے بڑھا۔

اسی وقت کسی مزدور نے اس کا نام لے کر پکارا اور وہ اپنے خیمہ کی طرف لوٹ گیا جہاں دوسرے مزدور کا ایک شخص اس کے انتظار میں کھڑا ہوا تھا۔ اس نے میر سے پاپ سے کچھ پچھا، پھر وہ ایک اسے کچھ سمجھاتا رہا۔ وہ بار بار اپنے باتوں سے جا میں کھاب یا گنبد کی سی شکل بناتا تھا۔ اس کی انگلیوں میں بڑے بڑے گونوں والی کئی انگوٹھیاں تھیں جنہیں وہ جلدی جلدی انگٹے سے گھماتا تھا۔ بہت سی آوازوں کے بیچ میں اس کی دلی گھر گھرائی ہوتی تو مصروف ستانی دوسری نمی لگی۔ یہ گھر میں نہیں آتا تھا کہ وہ کہہ رہا ہے۔ گھڑنگ میر سے پاپ لے کر لوگوں کا خیال اٹھا اور اسی شخص کے چمکے چمکے ہل دیا۔ بگے خیال آتا کہ اس کے خیمہ میں کئی عورت کی جڑ میرا دھما ہوا گھڑنگی پادشہ کا گھڑا نہیں ہو گا۔ لیکن اس خیال سے میر کو غرضی کے پاس کچھ افسردگی سی محسوس ہوتی۔ اس افسردگی پر بگے غیب ہی ہوا۔ میں سیدھا گھر واپس آ گیا، اور اگر وہ چار دن میں نے استاد کے ساتھ فضلہ میٹوں میں گزرا لیکن تمام وقت بگے گھر میں پاپ کی کسی محسوس ہوتی رہی۔ یہ خیال ہی بگے بار بار آتا کہ میں نے ابھی ایک اس کو عساری کا کام کرنے نہیں دیکھا ہے اور یہ بگے دہی بہت دہی کو تباہی معلوم ہوتی گھر اس کی کھالی کا خیال بگے نہیں آیا۔

ایک دن میر کے قریب گھومتا پڑا میں دہی ایک بار دہی گاہ کے سامنے پہنچ گیا۔ یہ دہی گاہ دو تول پٹے ایک تاریخی عمارت میں قائم کی گئی تھی اور اب ہی اسی عمارت میں نئی عمارت ہو سید ہو چکی تھی اور جب میں وہاں پڑھتا تھا تو اس کی ایک بہت بڑی کھلی گئی جس کے بعد میر سے پاپ نے بگے اس دہی گاہ سے اٹھا لیا تھا، اس نے کہہ کر پچھلے تک میں اسی بہت





گوں سورج خا۔ بکے ایسا محسوس ہوا کہ کھلی منہ کھولنے سے بڑے بکے گھوڑی ہے۔ میں نے اس پر سے نظر اٹھایا۔

وہ سری کھلی کا دھارہ پری سرخا غوروا کا تھا اور اب اس کے بچے کی دھلی دھلی دھنکیں نیم دار سے کی تھیں ہیں ابھی وہ گئی تھیں، لیکن اس ابھی جاتی دھنکیں سے ابھی ایک کھلی کا گانا کہ جاتا تھا۔ دھنکی دھنکی دھنکی کھلی کے مطابق اس گانے کی وجہ سے گلاب کی پھٹائی کہ تیر تیرتی ہو کر بکے ٹھکر تھکر معلوم ہونے لگی تھی۔ یہاں اس طرح لگی ہوئی تھیں۔ میں نے ایک جلی کو پکڑ کر آہستہ سے چرایا۔ اس کے گھوڑی سر سے پر آگئی تھیں سوئی جلی پھٹی آواز کے ساتھ گلاب سے گرائی۔ یہ آواز ابھی بکے کھلی کے گھٹے سے منہ سے آتی محسوس ہوتی۔ پھر یہ آواز ایک انسانی آواز میں بدل گئی جو دھنکی ہوئی تھی میں میرے باپ کی میری دھنکی دھنکی تھی۔ اسی وقت میری نظر گلاب کے بچے گھڑے سے ایک شخص پر پڑی۔ یہ شخص دو دھنکیوں میں سے ایک تھا جو میرے باپ کو گھرا لے تھے۔ میں نے اس کے سونل کا قصہ جو اب دھارہ پری بکے میرے باپ کی کارگر کی کی تھی دیکھی کہ تارہا۔ اس میں اس نے صوری کی تھی ابھی ابھی اس میں اس نے اس کے معلوم سے میں دھنکی نہیں تھا۔ پھر اس نے شکر کی بھلی مشورہ پری صوفیوں کے نام لیے میں کی دست دہرانی میں وہ میرے باپ کے دست کام کر چکا تھا۔ اس نے اپنا نام بھی بتا دیا اور یہ کہہ کر کہ میں اپنے باپ کو بتاؤں کہ اس نام کا دھارہ سے وہ چارہ پڑا۔ پھر بکے ضمیر سے دیکھنے کا اظہار کر کے وہ ہاس کی ایک کوٹری میں داخل ہوا اور میرے باپ کے گلابوں کا ضمیر لیے جو سے باہر آتا تھا میرے ساتھ میں دھنکی سے اس نے کسی سانس سانس کی۔ وہ میرے باپ سے بہت زیادہ غم کا معلوم ہوا تھا۔ ایک اور کسی سانس گھنٹنے کے بعد وہ کچھ گھنٹی کو خاک کو دس گاؤں کے اندرونی حصوں سے کسی نے اس کو آواز دی۔ میں نے اسے گلاب میں داخل ہونے اور بائیں طرف مڑنے دیکھا۔ قیض کے گلابوں میں ابھی ہی سرگرمی تھی وہ اگرچہ میری نظریں دیکھیں یہ نہیں لیکن بکے پھر محسوس ہوا کہ دھنکی دھنکی کھلی منہ کھولنے سے بڑے بڑے آنکھ کے سورج سے میری طرف دیکھ رہی ہے۔ میں نے اس کی طرف دیکھ لیجئے اور انہوں کو قیض میں قیض سے دیکھا اور اس گاؤں کے گھڑے دار چانگ سے علی کو سرنگ پر آگیا۔ گھڑے دار کچھ کچھ میں نے اسے دھارہ پری سے

میں کتاہوں کے ایک دھنکی پر دیکھ دیا اور گھڑے سے باہر نکل آتا۔

دوسرے دن صبح میں بستر پر میرا باپ اسی طرح کھپ کھپ لٹا ہوا تھا اور اسے اسی طرح کھپ کھپ اس کے سرخا لے دھنکی دھنکی۔

۳

دس گاؤں میں گاؤں کے بعد میرا باپ پھر کام پر نہیں جاسکا۔ بکے بستر سے اٹھ بھی نہ سکا۔ کچھ دن تک وہ اس طرح گم سم پڑا رہا کہ خیال ہوتا تھا اسے داخلی چوٹ آتی ہے اور وہ اپنے حواس کھو دھنکی ہے لیکن ایک بار جب میں نے چارہ اس کا بستر کتاہوں دھنکی گھڑے میں کر دیا تو اس کی آنکھوں سے لاجر ہوئے گاؤں دس دوسرے دن صبح میں بکھڑا نہیں ہوتا تھا ابھی تک اس نے ہر موسم کو تارہا تھا۔ آخر وقت وہ اس نے دھنکی آواز میں ہوتا شروع کیا۔

ایک دن اس نے کہہ کر کہ اسے سے اپنے قریب دھارہ پری اس کے سرخا لے دھنکی جاتا تھا۔ اٹھ کر کتاہوں دھنکی گھڑے میں چلا گیا۔

میرا کام ختم ہو گیا ہے۔ وہ بکے بستر پر بیٹھنے کا اظہار کرتے ہوئے ہوا۔ بکے اس کا گھڑے کو گھڑے میں میرے کام کو دیکھتا ہوا تھا اور میں نے اس کے سرخا لے دھنکی اس کا سر اپنے زانو پر دیکھا۔

ایک کھلی ابھی باقی ہے۔ میں نے گھڑے کو اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ کچھ دھنکی میری طرف دیکھتا رہا۔ بکے اس کی آنکھوں میں اپنے پھر سے کے ساتھ بہت کی کتاہوں سے جھنجھکی ہوئی تھی دھنکی نظر آتی، پالا یہ میرا صرف وہیم تھا۔ اسی وقت اس نے منہ پھیر لیا اور ہوا

بکے بشارت۔

کئی گھنٹوں کے بعد اسے دھنکی کے بعد وہ کسی خیال میں ڈوب گیا۔ اس کے پھٹے وہ بکے

سوچنے والا آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا، لہٰذا اسی وقت تمہیں سے ٹھیک لگائے گا کہ اسے کاحیات سہرا لہاں پہنے ہو کہ سوچنے والا تھا۔ اور اسی وقت جہلی پار کجے، فطیعت عاشقہ جو کہ وہ میرا عشیقہ پہا ہے۔

”جب صرف یہ دکان دار تمنا ہی نہ کئے، اس نے جہت کی طرف دیکھنے سے کہا، ”تو میں نے سہارا ہی لے لیا کہ تاجر۔“

مجھے جیسے خاک کو، اپنی زندگی کی کھالی سناٹے کا ہے، نہیں وہ عوامی کے ساتھ جھٹ کو  
 گھومنا اور گے سچا ہر۔ ہر دوسری طرف کوئی سوز کو ہوا  
 ہوا، گھبرا، گھوم آؤ۔

— 125 —

اس نے سیراٹار پکڑ کر آہستہ سے ہنسی طرف کھینچا۔ اس کی گرفت کم زور ہو باقی رہی۔  
 لڑائی ختم۔

ملائی گم نہ کیا خدا۔ اسی نے تھرہا سرگوشی میں کہا: "میں نے اسے نور گم نہیں دے لے۔" (فصل دوم، ص ۱۰۰)

پھر جب انکو غصہ ہوا کہ وہ تو اسے پورا کرنے میں ناکام

1997

نہیں نے اسی میں کہ بٹھا رہا تھی ہے، اسی نے اسی طرح سرگوشی میں تھا۔

4/5/4

اسی میں کہیں وہ بھی ہے، اسی نے کہا، میں نے اسے حاصل نہیں کیا، تم دوسرا

باپ کے ہنسنے پر وہ لپکتے ہوئے باپ کے پاس پہنچا اور اس نے اسے اپنے گریب میں لپیٹ لیا۔

کے لئے نہیں بلکہ جو مسلمانوں پر لگا ہوا ہے وہاں

میں نے استاد کی طرف دیکھ کر استاد سے ملے چہچہا کر میرا ہاتھ کھینچا اور کہا کہ وہاں سے جاؤ۔  
لیکن استاد اسی طرح گم سم پریشان تھا جیسے نہ کہجہ سے جاؤ، نہ دیکھو جاؤ۔ اس لئے میرے ہاتھ کی آٹھنیں،  
میں کی چمک نہ رہ گئی تھی، کہ وہ کتنی مستحکم ہو رہی تھیں۔

نہ کہتا ہے کہ میں نے اسے چھوڑ دیا۔

اس کی خاطر غصہ نہ ہے، اور وہ جیسا کہ آواز میں ہوا ہے، اس کی شہیں بچنے لگیں۔ اس کی  
سانس بہ بہار ہو چلی تھی، پھر بہار ہو گئی۔

اسلامی قانون کے سمجھنا خاصہ سہری سمجھ میں نہیں آتا۔ خاکہ اسی سہری کے لئے کیا کرنا  
 چاہیے۔ میں نے اب کے روزوں کو دیکھ کر ہے۔ اب کے بھی جو کیا خاکہ میں اس کا حقیقی چلنا

✓✓✓✓✓

کہہ دے پڑے دوستی کے ساتھ اسی کے پھر سے کہے ہوئے میں سے، کچھ کو دیکھتا رہا۔

کبھی کبھی آجست آجست کر دیتے تھیں کبھی پوچھتے کہ کبھی بتائیں خاکہ اسے کہا لطیف ہے۔ ایک

ہر ایک کے لئے ایک

نے صرف اتنا پایا  
تو کہ علوم نصیبیہ





"قابروہ لی لی آجاتی تھیں۔"  
 قابروہ لی لی کی کوئی چیز؟  
 ہاں نہیں۔  
 توہ بھی نہیں ہیں؟  
 قابروہ لی لی؟ ہاں نہیں۔"

اس کے بعد وہ اس جاننے کے لیے ڈانگی۔ گہرے بعد میں نے صدودنہ نہ کہہا اور ڈا  
 رہا تھا کہ پھر دھک جاتی۔ میں نے صدودنہ کھول دیا۔ پھر کوئی سامنے گھڑی تھی۔ اب اس کے پاس  
 میں پہل کی جگہ سرخ کپڑے کا گولہ تھا۔  
 ہم پہل کئے تھے۔ اس نے جگہ دیکھنے ہی کہا اور کہا میری طرف بڑھا دیا۔ "وہ کہہ لیں،  
 کہیں ہیں؟"  
 کبھی کہیں؟

ہاں نہیں، قابروہ لی لی ملے دی ہیں۔  
 میں نے صدودنہ نہ کہہا۔

چٹائی پر گھڑے ہر کر میں نے گولے کو کھولا۔ وہ کسی دیرنگر بہت نرم کپڑے کا پارہ تھا  
 جس کے ایک کونے میں پرانی وضو کی کتھیں بندھی ہوئی تھیں۔ پارہ میں سے فصلی پہل کی  
 خوشبو آ رہی تھی۔ اس لیے میں نے جلدی سے کہیں کھول کر اسے چٹائی کے ہائینٹی میں پرانی  
 دیا اور کتھیں کو کھینچا۔ اسی میں سے گہ کا رنگ بدل ہی میں صاف کیا گیا تھا۔ سب سے بڑی  
 گتھی، جس کے چاروں طرف ہر پارک پارک بند سے کہہ سہ سے تھے، جگہ استاد کے چہرے  
 سے مطاب نظر آتی تھیں۔ بہت کتب کا سب میری سمجھ میں نہیں آیا۔ میں نے کہیں چٹائی کے نیچے  
 رکھی اور ایک پارہ پر بیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ جگہ اسی جگہ پر اپنے باپ کا ہاتھ آیا اور میں  
 نے اپنا ہاتھ اٹھا کر پھر پھینکا۔ میری آنکھوں کو نرم کپڑے کا لمس محسوس ہوا۔ میں نے  
 آنکھیں بند کیے کیونکہ وہ کہہ کر سرخ پارہ سے کہہ گیا تھا اور اس کا گولہ نہ کہہا۔ دیکھنے کے خاکہ کے  
 محسوس ہوا اس میں سے پہل کی خوشبو غالب ہو گئی ہے۔ میں اسے اپنے تھنوں کے قریب لایا اور

جگہ شہ ہوا کہ اس میں کوئی نور خوشبو محسوس ہے۔ میری آنکھیں میری خواہش کے بغیر کھل  
 گئیں۔ میں نے پارہ سے کہہ پھر کھول کر وہ نوں۔ تھیلوں پر پھیلا دیا۔ وہ ایک بڑا بڑا ہل خاص کے  
 چمک میں بہت جگہ سبز رنگ کے ریشمی دھانکے سے ایک کھل کڑھی ہوئی تھی۔ اس کے سٹون کا  
 ہال چمکے چمکے پتھروں سے بنا گیا تھا اور جگہ جگہ سے نور ہوا تھا۔ لیکن اسی وقت میری قوم  
 کھل سے زیادہ اس دھم خوشبو کی طرف تھی جو پورے دھان میں گھٹ کر لی محسوس ہو رہی تھی۔ میں  
 نے دھان کا چہرے سے کہہ دیا تھا اور پوری سانس کھینچ کر اسے سونگھا۔ خوشبو بہت آہستہ  
 آہستہ اور پھر خوب جاتی۔ جیسے کوئی سونے میں سانس لیتا ہو۔ جگہ خوشبو سے دلچسپی اور عطاریات  
 کی ادھی بھلی تھی مگر اس مرتبہ خوشبو کا کوئی بھی برا میری شناخت میں نہ آتا۔ میں نے اسے دور  
 تک چھوڑ دیا وہاں سے سونگھا اور جگہ ایسا محسوس ہوا کہ وہ بڑی آہستگی کے ساتھ دھان سے نکل  
 کر میرے چھتے میں آ رہی ہے۔ میں اسے یہاں تو نہ لائیں جگہ بھی ہو گیا کہ اگر وہ ابھی تیز  
 جاتی تو اسی وقت میرا دم ٹھٹھ ہوتا۔

بہت فائدہ سے میری آنکھیں بند جو نے گتھیں تو جگہ دھن دھان نہیں آیا کہ میں اپنے باپ  
 کے سر سے کی جگہ پر لیتا جا رہا ہوں اور ابھی ابھی میں نے اپنے استاد کے سر سے کی خبر سنی ہے۔ لیکن  
 اس خیال کا کوئی اثر ظاہر ہونے سے چھتے میں ہی ہو گیا۔

میں نے اپنے استاد کو دیکھا۔ لیکن خوب میں وہ جگہ ایک خوشبو میں لڑکی نظر آیا اور اسی پر  
 جیسا کہ خواہوں میں اکثر ہوتا ہے، مجھ کو زرا بھی محب نہیں ہوا۔

## عطرِ کافور

For on its wing was dark alloy,  
And as it flutter'd - fell  
An essence - powerful to destroy  
A soul that knew it well.

- Edgar Allan Poe

گر تو بهر آید و بماند از بهشتی  
که همه صبا که آن بهر گدا گدا شود  
... همه صبا

پیروں کے جھٹکے ہمارے اس لیے کہ کھلے اپنی خوشیوں کے ساتھ ساتھ خود بھی اڑتا رہتا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ کھلے ہائی، بے نور اس کی خوشیوں کو چاہئے یہ جوت ممکن ہے کہ کھلے اڑ چکا ہو مگر اس کی خوشی ہائی ہے۔

لیکن میرے خط کھلے میں کھلے کی خوشیوں کو نہیں جانتی۔ اس میں کوئی بھی خوشی نہیں محسوس ہوتی۔ یہ سیدہ بختی کے بچے کے چاکر، رتھان میں ہوا ایک بے رنگ مصل ہے۔ کوئی دیکھتا چاہئے یہ وہاں کے بچے کے بچے سے کسی قسم کی خوشی نہیں ملتی اور بھول کے گھٹنے سے خالی ویرانی کا محسوس ہوتا ہے۔ لیکن وہ بارہ چوری سانس کھینچ کر سہ گھٹنے سے اسی ویرانی میں کچھ دکھائی دیتا ہے۔ کہ سے کم بچے ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ وہ سروں کو کھینچا محسوس ہو گا، میں نہیں کہہ سکتا اس لیے کہ میرے ہوا کی اور بچے خط کھلے کو خاص شکل میں نہیں سہا ہے وہاں بچے کی شکل میں اس لیے یہ کسی خوشی کو نہ کہنے کوئی خط کھلے میں خود گھٹنے میں محسوس ہوتا ہے کہ اس خط کی تمام خوشیوں کے بچے کو اور ہی ہے۔ ظاہر ہے وہ اسے یہاں نہیں نکلتے اس لیے کہ میرے خط کھلے میں کوئی خوشی نہیں ہے۔

کھلے کی طرح خط کھلے کو بھی اپنے آپ ڈالتے رہتا ہے اور اپنی خوشیوں کے ساتھ ساتھ اس سے بچتا ہے، ختم ہوتا ہے۔ میرا کہنا، یا ہر کچھ بھی اسے کہا جائے، صرف یہ ہے کہ میں خط کھلے کو اس کی خوشیوں کے ساتھ ختم نہیں جانتے۔ جب میں کھلے کی شکل میں ہوتا ہوں خاص اس کی خوشیوں کو دیکھتا ہوں کہ اس کے بعد میں بھول کر دیکھتا ہوں اور اس کی خوشیوں کو دیکھ کر ہنس دیتا ہوں۔ کسی بھی یہ خوشی اس طرح دیکھتی ہے کہ بھول کر ہنس دیتے ہائی میں فری نہیں رہتا اور میں اسے چھوٹا کرتا ہوں، لیکن ایسا صرف اس وقت ہوتا ہے جب اس عمل کے دور میں میرا دھیان بھٹکتا اور باقی رہتا ہے۔ میرا دھیان آسانی سے نہیں بھٹکتا۔ جب میں خط کھلے کو دیکھتا ہوں تو ہنس دیتا ہوں کہ بھٹکتا نہیں دیکھتا، غریب کی آواز میں ہی بچے نہیں سنائی دیتی، لیکن دور سے آتی ہوئی کسی پرانے کی دھم ہی پھر یا ایسی ہی کوئی بسم آواز میرا دھیان بھٹکتی ہے۔ میرا ہاتھ رکھتا ہے اور جب میں دوبارہ اپنے کام کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ سیدہ بختی کی طرح نور کو کھینچتی ہوئی خوشی کا آخری سرا بھول میں سے باہر

خط کھلے کا وہ بچہ اور نازک فی جو ہم ناخوشیوں سے بچتا رہتا ہے اور بے ختم ہونے کے قریب ہے، بچہ شاید ختم ہو چکا، میں نے نہیں دیکھا۔ مسوئی خوشیوں میں تھک کر بچے کے نئے طریقوں سے ہی میں واقف نہیں، اس لیے میرے ہاتھ سے خط کھلے کی کھلی نہیں آتے اور اس لیے اس کی شکل تھک کر بچے میں ہی اس کی شکل کھلی نہیں ہوتی ہے، اسی لیے لوگوں کو بھول جاتے ہیں کہ میرے علم میں خط کھلے کے قریب کھلی نہیں ہیں اپنے بچے میں ہے جو سے سوام ہو جائے گا اور اس لیے کبھی کبھی میرے ہاتھ سے ہوتا ہے کہ اس شخص کو اپنے بعد کے لیے ٹھوکر کھینچتی۔

میں جواب میں خاموشی دیتا ہوں، اس لیے کہ میرے تھک کر بچے سے خط کھلے میں کوئی خاص بات نہیں ہوتی اس کے کہ میں تمام خوشیوں کو خط کھلے کی دیکھ کر ختم کرتا ہوں۔ میرا ہاتھ ہمارے خط کھلے میں خط کھلے سے جو کسی دوسری خاموشی کے خط کھلے میں بچے کو دیکھتا رہتا ہے۔ میں نے خوشیوں کے بہت تجربے کیے۔ ایک ہاتھ میں خوشیوں کو دیکھتا رہتا ہوں کہ ان کا دھیرہ ہو گیا تھا کہ اس کے قریب کھڑے ہونے سے سر پکڑا لے لیتا تھا۔ میں سے ہر چیز کی خوشی اپنے آپ بھینتی ہوئی رہتی تھی۔ آخر ایک وقت ایسا آتا تھا کہ پیر ہائی رہتی اور اس کی خوشی اڑ جاتی تھی اور شافقت کے لیے پیر کو دیکھتا یا پھر پڑتا تھا۔ لیکن کھلے کو میں نے ان

محل کی چست کی طرف جارہا ہے اور اسے داہیں نہیں لایا جاسکتا۔ اپنی محنت کے ذریعہ جانے کا  
 میں انوس نہیں کرتا اور وہ بارہا اپنے کام میں لگ جاتا ہوں۔ پھر میرا وہاں نہیں جھکتا اور میں  
 دیکھتا ہوں کہ نئے محلوں کی خوشبو اور اٹھنے کے لیے زور کر رہی ہے۔ میں محلوں کو آہستہ آہستہ  
 گود میں دھرتا رہتا ہوں یہاں تک کہ اس میں چھوٹا سا بھنڈا پڑنے لگتا ہے۔ خوشبو اسی بھنڈے کے ساتھ  
 نکلتی ہے، پھر ایک گھنٹہ گزرتا ہے کہ اس کی طرح پورے اٹھتی ہے۔ میں اسے اٹھتے دھرتا ہوں۔ اس کا پورا سرا  
 ٹھکانا جا چست کی طرف جانے لگتا ہے لیکن جب اس کا آخری سرا باہر آئے تو جانتے ہیں  
 محلوں کو وہ سری طرف گود میں دھرتا ہوں۔ یہاں تک کہ اس کا چھوٹا سا بھنڈا اٹھ کھڑے لگتا ہے اور  
 خوشبو کا گھرو گھبرا چکے دھنسا ضرور جاتا ہے۔ میں کبھی وقت کا حساب نہیں کرتا، پھر ہی میرا  
 خیال ہے اس میں بہت دیر گنتی ہے۔ لیکن میں اپنا ہاتھ رکھنے نہیں دھرتا اور محلوں کو داری داری ایک  
 طرف اور دوسری طرف گود میں دھرتا رہتا ہوں۔ آخر بار بار پورے اٹھتی اور نچے دھنکتی جاتی خوشبو  
 نکلتی ہے کہ وہ صحت اور ضرور جاتی ہے۔ اس وقت کوئی بھی اس کی طرف سے میرا وہاں نہیں جاتا  
 سکتی۔ خوشبو آہستہ آہستہ ابھرتی اور دھنکتی رہتی ہے اور اسی میں کسی وقت غائب ہو جاتی ہے۔  
 یہاں تک محلوں کو میں سنبھالتی کے نچے سے چاکر کر رہی ہوں پھر کہ اس کا اٹھنا نہ کرتا ہوں اور  
 اس کی طرف سے اپنا وہاں جاتا ہوں۔ پھر یہ جہلیں میں میرا ہاتھ اس کی طرف پڑتا ہے۔

دروانی کا احساس، پھر اس دروانی میں کہ دکھائی دینا، اب، صرف عطر کا طور کے سونگھنے پر  
 موقوف ہے۔ لیکن اس دروانی میں جو کہ دکھائی دیتا ہے وہ عطر کا طور کے پھٹنے سے پہلے تھا، بلکہ  
 عطر کا طور کا پھٹنا اسی پر موقوف ہے۔

۲

مجھے پرنسوں کی زبان وہاں نہیں۔ انہیں میں تو میں گئے چھ گھنٹہ پرنسوں سے زیادہ کے نام بھی  
 نہیں جانتا تھا۔ لیکن جب کوئی خوشی تو ان پرنسوں سے ملانی کی سزا پر یا بلایے کی کسی اور وقت کی

خاصی میں جاتا تو میں گھر کے بچوں سے اس کا نام معلوم کرتا اور اسی میں بھول جاتا لیکن خود  
 میرے گھر میں جو پرنسے پالے جاتے تھے ان سب کے ایک ایک نام میں اپنی مرضی سے  
 رکھ دیتا تھا۔ ان میں سے کسی کو پرنسے کو جب میں اپنے دیکھ جاتا تو نام سے پکارتا اور وہ اعلیٰ  
 میری طرف متوجہ ہو جاتا تھا۔ پرنسے سے مرنے دیتے تھے اور جی۔ پرنسے سے مرنے کے واسطے کہ وہ گھر  
 دن تک اسے پکار کر پھر بھول جاتا، پھر یہ ہی بھول جاتا کہ میں نے اس کا نام کیا کیا تھا۔ اب میں  
 ایک کے سوا اپنے دیکھ جاتا تو نام بھول جاتا ہوں، اور جو مجھے پکار دیا گیا ہے وہ انسانی نام  
 نہیں تھا۔ وہ کسی زندہ پرنسے کا بھی نام نہیں تھا۔ وہ نام میں نے ایک تصویر پر پرنسے کا رکھا  
 تھا۔

یہ تصویر میرے ہی گھر اسنے کی کسی لڑکی نے بنائی تھی، اور میں کو وہ لڑکی خوشبو ہی میں  
 پھر کوئی تھی اس لیے تصویر کو اسنے کے پرنسے کے لیے اس آتش میں اس طرح رکھا گیا تھا  
 کہ پرنسے میں داخل ہونے والے کی طرح سب سے پہلے اسی پر پڑتی تھی، اور نہ آتے تو اسے گھرو  
 تک ضرور دھکتا رہتا تھا، پھر غریب جا کر غور سے دیکھتا۔ وہ داخلی دیکھنے کے قابل بھی نہیں تھی۔ پانے  
 والی نے سہی مانی کوئی کے نچے پر کسی وقت کی چھائی ایک اعلیٰ میں جاتی کی شکل میں تراش کر  
 چھائی تھی، اس کے پورے روئی کے لیے داغ میں مل جاتا کہ پرنسے کا بدن بنا تھا۔ کچھ جیسے  
 بازوؤں کے لیے روئی کے ساتھ اعلیٰ میں پرنسے کے آنکھ کی جگہ سرخ چھینے کا کون دان  
 لایا تھا اور ٹھیکے ٹھیکے کی جڑوں کے کانوں سے جاتے تھے لیکن پرنسے کے منہ کے داغ پر گئے  
 ہونے کے جاتے اس سے زور اور اٹھتے جیسے تھے اس لیے کہ میں نہیں آتا تھا کہ پرنسے داغ  
 پر اٹھ رہا ہے یا اس پر سے اڑ کر جا رہا ہے۔ شاید اسی لیے اسے در تک دیکھنے سے لگتی ہی جاتے  
 گنتی تھی، لیکن میرے خاندان میں ہی سمجھا جاتا تھا کہ اڑ کر جاتے جیسے پرنسے کی تصویر ہے۔

میں اسے کا طور پر پڑا کرتا تھا۔ سہی مانی کوئی کے نچے پر اس کی صاف وصل جاتی روئی اور  
 پہلا داغ ہوں کی سیدی دیکھ کر خوشگامی ہوئے گنتی تھی۔ اسی ہی خوشگامی کے طور کو بھی  
 دیکھ کر کسی جاتی تھی جو میرے گھر میں اکثر موجود رہتا تھا اس لیے کہ جہاں سے یہاں کا طور کا رسم  
 بناتا تھا۔ یہ رسم محنت ہائی جاتا اور خوشگامی رسم نکلتا تھا۔ ایک دن گھر کی ایک عورت اس رسم کے



لچے پتھر کی برسی مل پر کاٹھور چھیڑی، دبی تھی اور میں اس کے قریب دشا جا رہا تھا۔ طائر کی کام سے  
 اٹھ کر گئی تھی میں نے پتھر پر بیٹھ جیسے صوف کو سمیٹ کر اس کی دھیری بنادی۔ پھر اسے سنبھلی  
 سے دوا دیا کہ جو کھانا کھ چھوٹے گا۔ اتنے میں طائر واپس آ گئی۔ اس نے پکار کر کہی سے میری  
 شکایت کی۔  
 "تو کچھ سب طلب کر رہے ہیں۔"

اور میں بات چیت کر رہا تھا۔ اٹھ کھڑا ہوا۔ مل پر بیٹھ جیسے صوف کو دیکھ کر مجھے بڑے  
 کمرے والے پرندے کے کچلے ہوئے پانچوں کا کھانا اُسے دیکھ کر محسوس ہوئے وہی شکرانہ کہ نہیں  
 آتا اور اسی دن سے میں نے اس کا نام کاٹھوری چڑھا کر دیا اور میرے گھر میں اس کا بھی نام پڑا گیا۔  
 اس لیے کہ اس کا اصل نام کسی کو نہیں معلوم تھا، بلکہ اصلیت میں اس قسم کے پرندے کا کھانا  
 وجود بھی نہیں تھا اور بنانے والی نے محض اپنے تصور سے ایک شکل بنائی تھی، اہت اس میں کسی  
 پرندوں کی مشابہت موجود تھی جی میں محض شکاری پرندے ہی تھے۔ مگر کہ یہ سب نہیں معلوم  
 تھا لیکن ایک دن میں نے حصار پر سے آئے ہوئے کچھ صافوں کو بڑے کمرے میں کھڑی کے کچلے  
 کے سامنے ہاتھیں کر کے دیکھا۔ وہ کاٹھوری چڑھا کے بدن کے ایک ایک حصے کی طرف متوجہ کر کے  
 جو سے صحبت پرندوں کے نام لے کر ایک دوسرے کو کافی کر رہے تھے۔ ان کی گفتگو کا  
 زیادہ حصہ میری سمجھ میں نہیں آتا لیکن درازی در میں کاٹھوری چڑھا لکے کوئی بھی سپرد و نیاز معلوم  
 ہوئے لگی، اور صافوں کے سامنے کے بعد میں در تک آگئی وہں کے ساتھ کھڑا اسے دیکھا اور  
 دلچسپ رہا۔ اس کی بدولت میں کوئی پیچیدگی نہیں تھی۔ میں نے اس کی ایک ایک چیز کو حصار سے  
 دیکھا آخر کچھ چھین کر لیا کہ بنانے والی نے اسے برسی سا کی اور آسانی کے ساتھ خود بخود ہی در میں  
 بنا لیا ہو گا، اور میں خود ہی کسی شکل کے بغیر اسے بنا سکتا ہوں۔ بکے صورت میں جوتی کہ ابھی تک  
 میں نے اسے بنانے کی کوشش نہیں کی، اور اسی وقت میں نے اس کے لیے مادیں اکٹرا کر ان شروع  
 کر دیا۔

اس کے بعد کئی دن تک میں کھڑی کا ایک تختہ باتھ میں لپے کاٹھوری چڑھا کے سامنے کھڑا  
 اسے بنانے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن مگر سے اس کی ایک چیز بھی نہ بنی تھی، یہاں تک کہ بڑے

کمرے میں، کچھ صافوں کے خیال سے بروقت صاف سترا اور آراستہ رکھا جاتا تھا، ہر طرف بکری  
 ہوتی رہتی کے لگتے اور اسے تڑپے سنب پر بیٹھ رہتے لگے اور وہی معمولی سی باتوں کے بعد  
 آخر مجھے بڑے کمرے میں آنا ملانے والے سے باطل ہو گیا تھا۔ اب میں اپنے چھوٹے سے کمرے  
 میں پتھر کر کام کر رہا تھا۔ لیکن بکے پرندہ کاٹھوری کو دیکھنے ہوتا پڑتا تھا۔ اس میں بکے زیادہ  
 حاصل نہیں لے کر آتا تھا خاص لیے کہ میرے اس کمرے کا ایک دروازہ بڑے کمرے میں کھلتا  
 تھا۔ میں کچھ در تک کاٹھوری چڑھا کر حصار کے دیکھنے پر لپکتا ہوا اپنے کمرے میں آتا اور کھڑی کے  
 کچلے پر رہتی کے باطل پہنچا شروع کر دیتا۔ کسی کسی بکے نہیں جاتا کہ میں نے اس کا کوئی حصہ  
 باطل میں بنایا ہے لیکن سب میں دوسرا حصہ بنانا تو بڑا حصہ خط معلوم جاتا اور اس کی وجہ سے  
 دوسرا حصہ ہی خط معلوم ہونے لگا لیکن اتنی جھکیں کے بعد ہی یہ نہیں میرے شروع سے ہو  
 نہیں جا کر میں اسے آسانی سے بنا سکتا ہوں اور خود بخود ہی در میں اس کے سامنے ہا کھڑا  
 جاتا اور محب کرتا کہ وہ کچھ سے ہی کہیں نہیں پاتی۔

ایک دن دوسرے وقت میں اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا کہ میرے ساتھ کا کچھنے والا ایک  
 لڑکا بکے اٹھنا تھا ہوا بڑے کمرے میں آ گیا۔ کچھ در تک وہ بھی اسے دیکھتا رہا، پھر وہ  
 "باطل اٹھ ہی ایک سوایں خوشی ہے۔"

میں نے "ہاں" میں نے پہچان۔  
 کھڑی کے چڑھا۔ "اس کے کھانا اور دیر کی طرف متوجہ کیا۔  
 "تمہاری گئے تھے؟" میں نے پہچان۔

اس نے اہت میں سرعہ اور وہ  
 "مگر تو وہاں جا رہے ہیں۔"  
 "اب وہاں کوئی نہ ہوگا۔"  
 کوئی نہیں۔ "تالی پڑا ہے۔"

میں نے کاٹھوری چڑھا کی طرف متوجہ کر کے پہچان۔  
 وہ باطل اٹھ ہی ہے۔"

ہاتھوں میں قہقہے سے دھماکی نہیں دے رہی ہے۔ "اس کے کما۔" نگہیں پر داخل ایسے ہی ہیں۔ بلی کر دیکھو۔"

"سب وہ لڑھی گئی ہو گی۔"

"نہیں، سارے سے ایسے ہی خوشی ہے۔"

میرا انجس پڑھ گیا۔

"آؤ دیکھیں،" میں نے کہا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔

ساتھ سے منہ ہٹ کر طرف دیکھتے ہوئے میں نے اس سے پھر دریافت کیا:

"تو اب کوئی نہیں رہتا؟"

مگر تو اب داخل پڑا ہے۔"

وہ زیادہ تر غالی ہی پڑا رہتا تھا۔ اس ساتھ میں ہمارے مکان کے صوفہ وہی ایک مکان تھا۔ اس کا صوفہ دو دروازہ باہر سرنگ پر لگتا تھا لیکن اس کے فرش سے جسے میں کا پھوٹا دروازہ اٹاٹے میں ہمارے صوفہ دو دروازے کے بھی سامنے تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے پٹ لگی رہیں پر لگے ہوئے تھے اور منہ میں قہقہے قہقہے ہم لگے تھے پھر بھی میری حر کے لڑکے ہوتا ہی سمجھ کر ان کے درمیان سے گزر چکے تھے۔ جب وہ مکان خالی ہوتا تو میں اور میرے دوست اٹاٹے میں کھینچے کھینچے کھینچے کھینچے اس جھمی میں بھی چلے جاتے تھے اور وہاں ہمارے آنے جاتے کا راستہ بھی پیچھے ہٹوں والا پھوٹا دروازہ تھا۔

اس دروازے میں سے باری باری گزرا کر ہم میں داخل ہوتے۔ درخت تک پہنچنے کی جلدی کے باوجود میں نے دروازے پر رک کر پورے میں پر نظر دوڑائی۔ ہمارے مکان کی کثرت سے وہ اسی طرح جھلک رہا تھا۔ جگہ جگہ کوڑے کے پھوسے فرشے دیکھیں میں نے ان لوگوں کی لڑائی نہیں تھیں جو اس مکان میں آکر رہتے اور چلے جاتے تھے۔ میں نے ہر چیز کو سرسری دیکھا اور اپنے ساتھی سے پوچھا:

"مکان پر ہے؟"

اس نے ہاتھوں پر اٹھل کر کہ مجھے چپ کرنا اور ہم دونوں دیکھنا چاہتے ہوئے ہاتھوں کے قریب قہقہے۔ کانوں میں، کوڑے سے درخت کی ٹوٹی ہوئی شاخیں سے قریب قریب ہٹ گیا تھا۔ اور اس میں گھاتی سے جی ہوئی شش ہل رہی تھی کی صرف وہ نہیں جلدی تھیں گلی وہ گئی تھیں۔

درخت میں کی باتیں دہرا رہا اور کنوڑی کے پیچ میں تھا۔ ایک طرف دھار کی دھار سے کی وہ سے اس کا زہاد صبر کنوڑی پر چلا جا تھا۔ ہم تو اس پر چڑھتے نہیں تھے اس لیے کہ اس کی وزنی شاخیں دھکے میں مضبوط نظر آتی تھیں لیکن زہاد جو ہر وقت نہیں کر سکتی تھیں۔ اس کے فرشے گول ہاتھوں پر چکے چکے رہتے تھے میں پر زہاد تو گویا کسی رستی نمی ہوا ہی میں کی کہ گزرتے پر کھلی ہوئی تھی۔ اس وقت جہاں تھی، اس لیے درخت سے حرکت تھا اور جہاں اس کا صوفہ جہاں تھا، جہاں تو پھر درخت ایک ساتھ اور ایک ہی طرح سے چلا اور اس جھمی کی دھار سے نور بھی ہوا ہوا صوفہ ہوا۔ اگر وہ زیادہ تیز جہاں تھی تو اس میں سے چر چر ہٹ کی آواز نکلتی اور اس کے ایک دو تھے ضرور قوت کر رہیں پر آ رہتے تھے۔

میرا ساتھی درخت کے نیچے گھر گھوم گھوم کر پڑاٹاٹے اس کی کانوں کو صوفے سے دیکھ رہا تھا۔ میں بھی بے آواز چلا جا رہا اس کے قریب پہنچ گیا۔ درخت کے تنے سے پڑنا تھا کہ میں نے صوفہ دیکھا، اس کے پتے پڑاٹے ہو گئے تھے اور اس کے قریب تھے۔ جس میں ہاتھوں کے پیچ میں ہال سے کھل گئے تھے میں نے کچھ کھلی گھاتی کی سفیدی نظر آ رہی تھی۔ مجھے کئی بار اس کھلی ہوئی جگہوں پر کسی سفید پتے سے کاٹھیر ہوا۔ آخر میرے ساتھی نے میرے ہاتھوں میں گھسی دیا کہ ابھی میرے اوپر ایک طرف اشارہ کیا۔ میں ہار ڈالنے ہاتھوں میں گھر چکے ہوئے اور گھبراہٹ میں بے ہوشی سے قہقہے میں کچھ گھاتی کی سفیدی نظر آ رہی تھی۔ مستند ہونے پر نہیں تھا اور اس کا سفید ہاتھوں میں چھپا ہوا تھا۔ میں نے اپنے پیچھے جاتی کو اشارے سے بلایا کہ میں درخت پر چڑھنے ہاں جاؤں۔ اس نے اشارے سے جگہ دیکھ کر کئی کئی گھسی دیکھی اس وقت تک میں تھے پر ایک ہاتھ کہ چپ تھا۔

اس درخت پر اس دن سے پہلے میں صرف ایک بار اپنے ساتھیوں سے ضرور چکر چڑھا تھا





رکھا۔ پرنس اب نظر نہیں آ رہا تھا لیکن ڈوراسیر سے سامنے ٹھک رہا تھا اور میرا ہاتھ اس تک نہ جاسکا تھا۔ میں نے ڈاکر اپنے سامنے کی طرف دیکھا اور ایک بار پھر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا لیکن اسی وقت بگے پہلوں کی آواز سنائی دی اور جب میں برقی کی طرف دوڑا تو ڈور سے کا سر اٹھ اٹھ کر میری ہاتھی سے باہر ہو چکا تھا۔ میں اپنے سامنے کے پاس دیکھ کر آگیا۔ پرنس اب تیز رفتار سے دو سرے مکان کی طرف جا رہا تھا لیکن ایک سیدھ میں اڑنے کے بجائے وہ کھینچ کر اپنی طرف موٹا ہوا لیکن بائیں طرف، جیسے کوئی دیو پر زخم کر رہا ہو اور اٹھ رہا ہو، اور سیدھ ڈور اس کے پیچھے جانب کی طرف میری طرف سے رہا تھا۔

"وہاں ہی ہے نا؟" میرے سامنے نے پوچھا۔

میں کوئی جواب دینے بغیر پرنس سے ہر طرفی جھانپ رہا۔ اب وہ اس مکان کے کسی کی دھڑلہ کے ایک بگڑے ہوئے گارڈ رہا تھا اور ہر جگہ کے ساتھ گھٹایا ہو جاتا تھا۔ آخر وہ دور کے چھکے ہوئے گاڑیوں سے آواز سنیں جو کیا۔ گھڑے سے وہ اسی جگہ پر اُترے۔ اسی نے تیزی سے پھر پھر اُترنے اور پھر بچے جیٹا کیا۔ پھر وہیں پر اُتر کر وہ تک جا میں ایک ہی جگہ پر کھڑا ہوا اور پھر آہستہ آہستہ بچے جیٹا ہو گیا۔ ہم اس کے اوپر سے کا اشارہ کرتے، بچہ لیکن وہ نہیں اُترتا۔

"وہاں کیا کر رہی ہے؟" میرے سامنے دور کے ہر طرفی جھانپ رہا۔

بگے پہلوں کی بجلی کوڑا ہٹ سنائی دی اور ٹھکے سر سے آسمان پر کئی جگہ بجلی کے ٹھنڈے ہی کرنا تب جو گنگے اسی وقت بگے پہلوں آتا اور اسی وقت میرے سامنے نے کہا:

"توہیں پر کنوئی دھڑلہ ہے۔"

ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور چپ ہو رہے۔ اور کوڑا ہٹ کی آواز نے ہمو سے ہر جگہ پھر بچے جیٹا ہو دیں کہ پھر کہ آہستہ آہستہ اٹھتی ہوئی آسمان میں گم ہو گئی۔ میں نے اپنے سامنے کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"پہل،" میں نے کہا، "اسے پھر لوری۔"

"نہیں،" وہ دھڑلہ دھڑلہ پھر لے لے گا۔

"پہل،" میں نے پھر کہا۔

"نہیں،" وہ دھڑلہ دھڑلہ نہیں ہائیں گے۔"

تو دھڑلہ خود ہی ہے،" میں نے کہا، "لیکن اگر پانی برس گیا۔"

لیکن اٹھتی ہوئی وہ اس کا ہاتھ خود ہی سے لے گا تھا اور وہ گم سمجھ کر میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اچھا، رہنے گا،" میں نے کہا اور اسے وہیں بھڑک کر بچے لے لے گا۔

میں ابھی کڑی تھی اور درخت کے ڈنڈے پہنے ٹھکے سے نظر آ رہے تھے لیکن اب کی رو میں درخت پر ہی ہوئی گرا کے بچے میری جھلکے لگی تھی۔ میں کنوئی کا آواز پکڑ کاٹا جا اور درخت کے نیچے آگیا۔ اس کے پہلوں میں کوئی جھٹکتا یا آواز نہیں تھی۔ لیکن بگے جیٹا تھا کہ پرنس اب نہیں پہلوں میں بندھی پر کہیں چھپا ہوا ہے، اس لیے میں درخت کے کانٹے سے ہٹ رہا تھا۔ ہر لے گا کہ وہ میرے پیچھے سے پھٹتی آگیا کہ گا کہ وہ جب میں درخت کے نیچے سے ہٹ رہا تھا اس کے پہلوں میں بجلی سی آواز پیدا ہوئی اور میری پہلوں میں تھیں تھی۔ پھر میں نے فوراً لیٹو کر لیا کہ پہلوں سے پہلوں کے گارڈ لے کی آواز ہے۔ میں دک کر کھڑو دیکھنے لگا۔ آواز پھر سے درخت سے آتی معلوم ہو رہی تھی۔ تب بگے اٹھیں ہوا کہ پانی سامنے کے ساتھ شروع ہو چکی ہے۔ گھڑے اور ٹھکے کر میں لگے ہیں آگیا۔ ایک دھڑلہ پر اُٹھنے کے بعد میں نے گھوم کر درخت کو دیکھا۔

وہ بدل رہا تھا۔ اس کے دو تھیں در پہلوں پر سبز ٹھکری ڈالنی ہوئی جا رہی تھی کہ میں نے گھڑے میں نہیں دھڑلہ گئے جو سے پہلے آہستہ آہستہ پھر اُٹھ رہے تھے۔ ہاں تک پانی تیز ہو گیا اور میں جیٹو دھڑلے کی طرف دوڑا۔ مٹی کی بجلی خوشبو میرے ٹھنڈی سے دور اسی کے ساتھ پھر پھر ہٹ کی تیز آواز میرے کانوں سے گھرائی۔

میں نے پھر گھوم کر درخت کی طرف دیکھا۔ پرنس اب اس سے دور ہو چکا تھا لیکن ایک ہی جگہ پر ٹھکرا ہوا پھر پھر رہا تھا۔ پانی کی موٹی موٹی تیز چھٹے جو سے پہلوں سے گھرا کہ اس طرف بکھرتی نہیں کہ پرنس پرنس ایک سیدھی دھڑلہ میں پھٹا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اسی قدر ٹھکری ہوئی دھڑلے کے ہر

طرف نکلا کرتی ہوئی وہاں سے آسمان سے دیکھیں ایک سفید نور سے آسمان دیکھتے تھے۔

پھر اس کیلئے جو گیا تھا۔ سوچی تھی پر بارش کے پہلے بھیجنے کے ساتھ ٹھٹھنے والی ہوائیں خوشبو ختم ہو چکی تھی اور اب دیکھیں کہ پر ہواں میں دھند خوشبو نہیں اُسر رہی تھیں۔ سیر سے پڑوں کے پاس خوشبو نہیں دیکھیں سے اٹھیں۔ گھر پر ایک جگہ پر سنا جاتیں۔ پھر بارش کے خیمہ کے کسی گوشہ جاتیں، لیکن میں نے اس پر نہ دیکھا وہاں نہیں رہے۔ میں درخت کو دیکھ رہا تھا جس کے گورہ خضراوی ہوئی دھند اور دھند میں سے آتی ہوئی پڑوں کی آواز اب غالب تھی۔ درخت کے پتے داخل کر گھر سے سبز اور نیا سہا ج گیا تھا۔ بارش اور تیز ہوئی تو پھر درخت دھند لگا دیا اور جگے احساس ہوا کہ میں کپڑوں سمیت بیٹھ رہا ہوں۔ میں چھٹی دروازے کی طرف نکلا ہی تھا کہ جو ابھی تیز ہو گئی۔ سردی سے میرا پورا بدن خیر خرا ہوا اور دروازہ جگے بہت دور معلوم ہونے لگا۔ میں پشت کر اس کے حالت مست دور ہوا۔ دیکھیں کہ اس پہلے مجھے سانپوں کے بچے آگیا جو سانپوں کے اندر ہوئی درجوں سے مشعل نکلا۔ سانپوں سے گرتی ہوئی وہاں سے میرے سامنے ایک پردہ نکلا دیا جس کے اس کے پاس میں بارش کی پھولوں سفید دھند کی بڑی پھولوں کی طرح ہوا کے جھونکوں کے ساتھ بھیجنی مستحق اور اہمیت پٹت ہوئی ہوئی اور نور حرا زنی پھر رہی تھیں۔

ہوا سانپوں کے بچے بھی تھی اور اس کا نہیں لڑنا تھا۔ سردی جگہ دھند پڑوں میں ازنی موسیٰ ہوئی اور میں نے پھر سے کھنکے کے لیے ہوا نور حرا زنی۔ میری پشت پر نہیں دروازے تھے جس کے بہت دور سے گول تھے اور اس میں نیلے خیمے لگے ہوئے تھے۔ سانپ میرا کئی رتبہ کا دیکھا ہوا تھا اور جگے معلوم تھا کہ اس دروازوں کے بچے بھی آتش داغوں والا دروازہ ہے۔ جگے یاد آتا کہ بہت جگہیں ہیں جہاں کہیں میں اپنے گھر والوں کے ساتھ اس گھر سے میں آتا تھا تو میری ضد پر کوئی نہ کوئی جگہ گھر میں آتا کہ میرا پھر دیکھا جائے دروازے کے خیمے سے گھر نکلا اور میں مٹی میں پھیل جاتی تھا بہت دور تک کو دیکھ کر خوش ہوا تھا۔ پھر جگے اس مکان میں آکر رہنے لگا آخری خانہ میں یاد آیا۔ وہ چھ سات لوگ تھے جو زیادہ تر ٹھک ٹھک گدوں جھانکے چپ چاپ بیٹھے رہتے تھے۔ عورتیں گھر کا کوئی کام کرنے اٹھیں۔ وہ اب بھی بچے پر آئیں اور گدوں جھانک کر چٹا ہاتھیں اور دو کام پر سے وہ ابھی آئے، جھانکوں کے ساتھ کسی گھر سے میں چلا جاتا تھا۔ وہاں سے ہواں بدل کر لگنے اور گدوں جھانک کر چٹا ہاتھ

ایک ڈاکو دوسری ڈاکو سے کہہ رہا تھا۔ دوسری جواب دیتی، پھر وہ دونوں چپ ہو کر گدوں جھانک لگتیں۔ وہ اب جگہ جگہ کسی دھند میں چٹے معلوم ہوتے تھے۔ اس نے اسے میں گئی بار بجے اس مکان میں آتا تھا۔ پھر بارش میں گھر کو مت میں میرا ہوا وہاں ہوا، اپنے ہاتھ کچا کر ان لوگوں کے خیمے کی شکل اور نور کھتا کہ اب سے جگے اس مکان میں نہ بھیجا جائے۔ اس پر میرے گھر والے بچنے اور وہ بھی نہیں دن بھر کوئی نہ کوئی کام نکال کر جگے پھر ان لوگوں کے پاس بیٹھ دیتے تھے۔ ایک دن وہ گھر کا ماحول مکان نکال کر کے چلے گئے۔ اس کے بعد سے یہ مکان اسی طرح نکال پڑا تھا۔ اس کا آتش داغوں والا گھر ابھی تھا پر اس وقت سے گھر نہیں کہا تھا اور اس وقت میں اس کے باہر گھر اور پھر میں بیٹھ رہا تھا۔ سردی میری دراشت سے باہر ہونے لگی تو میں نے اس کے خیموں دروازوں کا بار بار کھینچنے کی کوشش کی۔ پھر جگے نکال آیا کہ اگر دروازے اندر سے بند نہ ہوتے تو نور پڑتی ہوتی ہوا سے کب کے گھر چلے جاتے۔ ہوا نے نور نکلا اور وہاں سے گرا ہوا پانی اندر کی طرف نکلا۔ اس پانی کے ساتھ میں پرہاؤں سے منج ہوا ہوا گھر ابھی آتا تھا۔ جگے اپنے کپڑوں پر کئی جگہ سہا ہی داخل دیکھ کر آئے۔ میں سانپوں کے بچے سے گھر دور ہوا اور وقت کے بچے آگیا۔ اس وقت گھر کو پھر اس پرندہ سے کھال آتا اور بے سود کہتے ہوئے بھی میں نے نور خاتون میں اسے کاش کرنے کی کوشش کی، لیکن میری آنکھوں میں پانی بھر گیا۔ اسی وقت درخت آہستہ سے چڑھا اور میں سخت انداز سے سانپوں کی طرف نکلا۔

وہاں جگے جیسے تک رہا ہے۔

۴

اس مکان پانی بہت برسا، اتنا کہ پھر اسیطہ دھند ہی گیا۔ بہت دن تک اس کی دھند ٹھک نہیں ہوتی اور خود بخود چھوٹوں اور کھاس سے اسے ٹھک گیا۔ میرے مکان کا نور دروازہ بند کر دیا گیا اور آئے جانے کے لیے وہی دروازہ استعمال ہونے لگا جو سرنگ کی طرف نکلتا تھا۔ اس تمام مدت

میں بدنامی وقت میں سے زیادہ فراموش کرے جس کو وہ میرا حق دیکھ کر مجھے حمد قسم کے لئے  
 اور شکر و سپہ گئے تھے جس کی مدد سے کوئی کو ترشیا سخت نہیں سے لے کر درخت چٹنے تک کو  
 کاٹنا اور جس کے سوتے بیروں کو موٹا اور خوشامیز بیروں کو آہیں میں جوڑا میرے لیے بہت  
 آسانی ہو گیا تھا۔ میں نے چھوٹے چھوٹے مکان اور طرح طرح کی گاڑیاں بنائیں۔ پتلے رسی بنائی ہوئی  
 بیڑیاں بچہ دن بچہ جگہ معمولی اور بدی معلوم ہوئیں اور میں انھیں اور خاصہ چھبک دیا کرتا تھا  
 لنگی اس بادشوں کے دور میں میں نے جو بیڑیاں بنائیں اس میں کئی ایسی تھیں جو بچہ میں دیکھنے پر  
 جگہ پتلے سے بھی زیادہ اچھی معلوم ہوتیں اور جب انھیں آتش دہن پر لگایا گیا تو یہ کہ میرت ہوتی  
 کہ میں نے انھیں کب اور کس طرح بنایا تھا۔ اسی زمانے میں ایک دن املائے سے برساتی پھوں کو  
 اکھڑانے کے لیے مکان کا صدر دروازہ کھولا گیا تو میں نے دیکھا کہ املائے کے بائیں طرف مٹی کا جو  
 قندہ تھا اس کو پانی نے ایک چوٹائی سے زیادہ کاٹ دیا ہے اور اس کے اندر سے سیدی مائل پختی  
 مٹی پانی کے ساتھ بہ کر زمین پر گہرے دور تک پھیل گئی ہے۔ میں قندہ کے کٹنے سے مجھے کو  
 غریب سے دیکھنے کے لیے آگے بڑھا تو میرے پیر میں مٹی میں پھٹنے لگے اور جب میں نے جگہ  
 دھسوں سے اس پر چڑھا پانا تو میرا پانی اس طرح پھسکا کہ اگر مٹی میرے دوسرے پیر کو پکڑنا چاہتی  
 تو میں بڑی طرح کرتا۔ املائے کی صفائی کرانے والا ہوتا تھا اور اس وقت میری ہی طرف دیکھ رہا تھا۔  
 اس نے سنہیل کو پچھنے کی تاکید کی اور بتایا کہ یہ ناپاک قسم کی مٹی ہے اور اس سے بہت بڑا  
 بیڑیا بنائی جا سکتی ہیں۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ یہ مٹی تمہیں اب سے ملنی گئی ہے اور یہ بھی کہ  
 بہت پتلے اسی املائے میں ایک شخص رہتا تھا جو اس مٹی کے چھوٹے چھوٹے پرانے بناتا تھا۔  
 پڑے فرور نے اس شخص کا ذکر کرتے ہوئے دوسرے مکان کے حسی دروازے کی طرف اشارہ  
 کیا جس کے پہلو میں ایک ٹوٹی ہوئی دیوار کے انحراب ابھی باقی تھے۔ اسی وقت مجھے مٹی کے کام  
 کا شوق پیدا ہوا کہ اور میرے گھنے پر فرور نے قندہ کے اندر کی طرف سے خشک مٹی کھد کھد کر  
 مکان کی ڈھلوان میں اس کا چھوٹا سا بیڑیا بنایا۔ اس نے مجھے مٹی کے بنگلے اور تار کے کارپڑ  
 بھی بنانا اور وہاں جا کر اپنے کام میں لگ گیا۔ میں نے خود بھی مٹی اٹھائی اور اس کو دونوں  
 بیڑیوں کے بیچ میں دبا کر دیکھا۔ اس میں بہت ہانگر کی ذرا بھی آمیزش نہیں تھی اور اس پر

میری خشکی کی باریک سے باریک تھیر بھی صاف نظر آتی تھی۔ اب تک مجھے معلوم ہوا کہ مٹی میں  
 سے کالور کی بجلی ہی بہت خشک کی طرح اور بجلی اور تاب ہو گئی۔ میں نے خشکی کو اپنے تھنوں  
 کے غریب کے ایک سالنی دی۔ لیکن مجھے کوری مٹی کی قدرتی خواص کے ساتھ کہ مٹی زچہ  
 میں سے ایک اور تھری سالنی کھینچی جائے کہ ہر طرف پھیل جاتی جاتی مٹی کا احساس ہو جائے مکان کے  
 اندر بخر کی حل پر گہرے پائے کی آواز گم کرانے کے بجائے بڑھادی تھی۔ میں نے دونوں  
 بائیں میں خود بھی مٹی سمیٹی اور اپنے کمرے میں بٹا دیا۔  
 اب میں مٹی کی ہی بیڑیاں بنانے لگا جس کے لیے کسی عمارت کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔  
 اسی طرح کھدی ہوئی پختی مٹی میرے کمرے کے ایک کونے میں بچھوٹا جوڑا رہتی۔ چاند اور  
 بارش سے مجھ سے نہیں رہ سکتے لیکن چھوٹے چھوٹے زور اور جب عجیب و غریب کے تھوڑے  
 میں آسانی سے بنا دیتا تھا۔ خشک موسم آتے آتے میں مٹی کی بہت سی بیڑیاں بناتا تھا اور جب  
 دھوپ لگنے لگی تو میں نے ہی بیڑیوں کو کھٹکا، آگ میں پکا دیا اور دیکھا ضرور کیا۔ اس میں کئی بار  
 میں نے اپنے باغ میں بھی لگے۔ لیکن اس سے میرا کام نہیں دیکھا اس لیے کہ مٹی کی قیمت کا فور کا  
 عرصہ کم ہونے کی تاب نہ نہ تھی اور مٹی کی قیمت بڑھتی ہوئی آگ سے کسی بھی گھر کی دوسری بیڑیوں  
 کو نقصان پہنچتا تھا اس لیے مجھ کو گھر کے اندر آگ کا کھیل کرانے سے روک دیا گیا اور میں نے  
 املائے کے ایک کمرے پر اپنی بیڑیاں پکانے کا انتظام کر لیا۔ میری خاطر مکان کا صدر دروازہ جو  
 اب مسکھل رہ رہتا تھا کھول دیا جاتا تھا۔ بیڑیوں نے املائے کی بگڑا میں کو چڑھ جاتے  
 کاٹ کر اس میں تھری تھری پانی ہی بنادی تھیں۔ مٹیوں نے صدر دروازے تک سوار میں کا رنگ  
 گہرا کر دیا تھا۔ اس میں آہیں کا بھی بہت بڑا شور مچا دیا تھا کہ اس وجہ سے اور گھر میں کھینے کی وجہ  
 سے مکان کا کھنکھوڑا ہوا ہی اب صدر دروازے کے طور پر استعمال نہ لے لگا تھا اور املائے میں زیادہ  
 نہ سہارا جاتا جس کی وجہ سے میں المیوں کے ساتھ پکانا کام کر نکلتا تھا۔  
 ایک دن میں اپنے پائے جو بہت تر تھیں پر سے انکو صاف کر رہا تھا کہ مجھے کہہ سانی دیا اور  
 میں نے گھوم کر دیکھا۔ وہ آدھی املائے میں داخل ہونے سے اور تالیوں سے کھڑا لے ہوئے  
 صدر دروازے کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے انھیں اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ صدر دروازے پر

بچہ کو دور، کنگ، انھیں نے دنگ نہیں دی۔ ایسا مسلم ہوتا تھا کہ وہ مکان کے اندر داخل ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ نہیں کر پا، جے جے۔ کنگ ورنگ انھیں دیکھتے رہنے کے بعد میں نے اپنے سامنے دنگ ہونے پر انھوں کو آہستہ سے گھر گھرایا۔ اس طرح بچے کو اندر نہ جہانا تھا کہ برقی پوری طرح ایک گئے ہیں یا نہیں۔ اتوار سی کہ وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور آہستہ آہستہ پھٹے ہوئے میرے قریب آ گئے۔ کنگ ورنگ وہ میرے سامنے ہونے پر انھوں کی طرف اور میں ان کی طرف دنگنا رہا۔ ان کے نور، چہرہ ان کے رنگ اور ناک نچے ایک دوسرے سے باہمی جھٹکتے تھے، لیکن ان میں کچھ ایسی مشابہت تھی جی جی جس کی وجہ سے بچے جیسی ہو گیا کہ وہ دونوں نچے ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک نے صوفیہ دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہہ دیا ہے پھر چلا۔

"خالی مکان ہی ہے؟"

جی نہیں، وہ ہے۔ میں نے کہا اور دوسرے مکان کی طرف اشارہ کیا۔ اس کا دروازہ سرنگ کی طرف ہے۔ یہ چنگے کسی کا دروازہ ہے۔"

اس وقت میں نے دیکھا کہ دروازے کے پاس سے اچھٹے ہاتھ کی چوٹی کھڑکی کے ہتھوڑے سے گئے ہیں اور دروازہ منہ علی کے ساتھ اندر سے بند ہے۔

"یہ مکان... اس نے پھر صوفیہ دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ آپ جیسی رہتے ہیں؟"

جی نے انہماک میں سر ہلایا۔

"وہ آپ ہی نے سامنے ہیں؟" اس نے برتنوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

جی نے پھر انہماک میں سر ہلایا۔

"بڑے خوبصورت کھلونے ہیں۔"

"یہ کھلونے نہیں ہیں۔"

"نہیں؟" وہ سکڑا۔ "پھر؟"

"برقی ہیں۔"

"بہت خوبصورت برقی ہیں۔ نور کیا کیا جاسکتے ہیں آپ؟"

جی نے کئی چیزیں کے نام لیے۔

نگر کھلونے نہیں جانتے؟"

جی نہیں۔"

"آپ تو بڑے کارنگر مسلم ہوتے ہیں۔ ان سب چیزوں کا کیا کر لیتے ہیں؟"

"انھیں ہمارا جانا ہے۔ میں نے کہا۔" اٹا اٹا جاتا ہے۔"

کچھ جیسی ہی نے کہا۔

"جی میں سے جو ایک مسلم ہیں نے لکچر، میں نے کہا۔ لیکن اسی انھیں دنگا ہے۔"

"تو پھر پھر، اس نے کہا اور پھر سے اٹاٹے پر ٹھوڑی مائی۔

"آپ لوگ اس مکان میں آ رہے ہیں؟ میں نے پوچھا۔

مجھ کو تو گھومتے رہتے ہیں، وہ ہوا۔ "بہت سے گھر والے آ رہے ہیں۔"

"جی میں کوئی میرے آنا لگا ہے؟"

وہ ہنسا۔

جی نہیں۔ اس دور میں عورتیں، باہلی لڑکیاں ہی لڑکیاں، وہ پھر ہنسا۔ کورسب آپ سے

ہی۔ لیکن... اس نے رک کر برتنوں کی طرف اشارہ کیا، "تو اس مکان کو بھی اس طرح کی چیزیں

دوست شوق ہے۔"

اس نے ایک بار نور پھر سے اٹاٹے پر ٹھوڑی مائی، پھر ہوا۔

"سچا جہاں لڑکیاں دنگ لگیں۔"

وہ دونوں ڈرتے گئے تو میں نے سلام کے لیے ہاتھ اٹایا اور ہاتھ کو صاف کر دیا اور پھر پھٹا میں

نے انھیں سلام نہیں کیا تھا۔

مجبور ہوا کہ اس سے مل گئے اور میں اپنے کام میں لگ گیا تو بچے نہیں آیا کہ مدد کی گنگو

میں سے ایک ہی نے کی تھی۔ اسی وقت بچے پر کچھ ستانی لگا اور میں نے پھر گھوم کر دیکھا۔ دوسرا

آوی جو ابھی تک کچھ نہیں ہوا تھا، میرے قریب گھبرا ہوا تھا۔ میری طرف دیکھے بغیر اس نے

پہچا

"آپ لوگ حق کس سے کر لیتے ہیں؟"



میں نے اپنے یہاں کے مولیٰ کا نام بتا دیا۔  
 "تو کہیں دھڑکتے ہیں؟"

"کریب ہی ہیں۔" میں نے بتا دیا اور چہرہ نکھینچا۔ آپ کے یہاں کوئی رہتا ہے؟"  
 "نہیں،" اسی نے کہا، پھر دوسرے سے کہہ کر، یہی کہا جو میری جگہ میں نہیں آیا۔  
 اس کے بعد وہ خاموشی سے واپس چلا گیا۔

جب میں نے اپنے گروہوں کو خبر دی کہ اس مکان میں نئے رہنے والے آ رہے ہیں تو  
 مجھے بتا دیا کہ یہ طبر سب کو پہنچا رہی ہے، اور یہ بھی کہ اس مکان کی درست درود سنی کا  
 کام بہت دن سے جاری ہے اور اب ختم ہونے کے قریب ہے۔ جوتہ کہ جسے اُنی دو ہولن آدمیوں  
 کے پاس سے کئی سال کیے گئے ہیں سے میں نے سنا ہے میں کھٹک کی تھی۔ ظاہر ہے میں وہ کھٹک  
 دیر اسنے کے ساتھ ہی کے پاس سے ہیں کہ نہیں جانتا۔ میرے گروہوں کو ابھی صرف اتنا معلوم تھا  
 کہ وہ تنگ جاتی تھے اور کسی دور تک کے رہنے والے تھے جنہوں نے پہلی ہی میں اپنا وطن چھوڑ دیا  
 تھا۔ میں نے بتا دیا کہ وہ دھڑکتے ہیں طبر سنی نہیں معلوم ہونے لگے، اور نہ کہ سے میں پتا آیا۔

آتش دہلی پر درگاہ جاتی اپنی چیزوں کو جس نے فرچے سے لٹا دیا۔ مجھے یاد رہا کہ چیزوں کی  
 ترتیب بدلتا رہی۔ آخر اچھا لہجہ ہو جانے کے بعد میں کئی کام چکے جلا۔ اب وہاں رہ سب سے  
 نمازیں طبر کا لوری چڑھا رہی تھی۔ بہت دن ہو چکے ہیں مگر اسے طبر سے دور نہ نکلا۔ وہ زندہ  
 معلوم ہو رہی تھی۔ کئی بار وہ مجھے خان سے عورتی اور خفیہ اور خفیہ آتی محسوس ہوتی۔ مجھے پھر اس میں جوا  
 کہ وہ بہت آسانی سے جاتی تھی یہ کہی، اور پھر مجھ سے کہیں نہیں جانا دیا۔ مجھے اس پر  
 بھی مجھ سے کہیں نے اس کا کوئی اچھا اہلکار نام نہیں سنا۔ پھر میرا صاحب بگے سے  
 جھگڑا سے میں بول گیا۔

اگر سب سے کا لوری چڑھا نہ کھینچے گئے ہوتے، میں نے اسرو کی کے ساتھ سوا۔ تو میں اس کا  
 نام لا رہا تھا۔ دیکھا۔

دوران مکان کو میں نے اسی خلیفہ دیکھا۔ اُنی دن صبح سے میں اپنے گھر سے میں پچھلے گھر سے مکان کی  
 ترتیب درست کر رہا تھا۔ میرے بچک اور اس کے مکان کی دیوار سے لگی ہوئی میرے جو میری بنائی  
 ہوئی چیزیں باقی نہیں۔ وہیں پر ہزار پچھلے گھر سے تھے۔ میں بچک کے تنگ خانوں میں کہ  
 وہ سر اسٹان باجرا کال رہا تھا۔ اسی دور میں مجھے احساس ہوا کہ نہ کہ سے میں ایک ماہر بہت سے  
 صحتی آ گئے ہیں۔ میں نے ذرا اچھے سے کہہ دیا کہ وہ نہ کہ سے لگتے ہوئے ہر ایک چارے کے  
 وہ سری طرف دیکھا۔ نہ کہ سے کہ میں کہہ کہ انہیں ہی انہیں نظر آئیں جو سب میں کہ سے  
 رہی نہیں۔ میں نے ہی کے ایک رنگ کے لباس کا کھڑا ہوا تھا جس سے ہاتھ لگا، پھر اپنے کام  
 میں تنگ تھا۔ لیکن نہ کہ سے آئی جاتی تھیں کہ ایک کھڑی رہی نہیں۔ گرفت تھوڑا دلی  
 کوئی رہی تھی تھوڑا دلی سے ہل رہی نہیں تھیں۔ انہیں ہاتھ لگا جو ہل جانے کا نہ پتا تھا۔  
 کسی دو مکان کی زیادتی کی وجہ سے کئی ستر میں جوتے دلی پر پڑنا نہیں کی تحقیق جاتی تھی۔ کسی کسی  
 مکان کا کھٹک کھٹکتا تھا جسے چھوڑ کر آ رہی نہیں، کسی اپنے ساتھ دو مکان کی اچھا نہیں اور برائیاں کا  
 تھکا کر کہیں۔ میرے گھر کی عورتیں زیادہ تر ان کی تانبہ کر رہی نہیں، جوتہ خود ہی کے ساتھ کی  
 انہیں میں سے کوئی کوئی ان کی کسی بات میں سہارا نہ دینے لگتی تھی۔ پھر مجھے یاد آئی کہ وہ  
 شروع ہوئے۔ یہی تھا کہ انہیں کا کھڑا کر رہی تھی، دو مکان مکان، کچھ ہی مکان، دلی ہزار  
 مکان، زیادہ مکان، پری دیگر مکان و غیرہ۔ میرے یہاں کی عورتیں ان جوتوں کی تو جھیں کہ  
 رہی نہیں اور انہیں یاد رہا نہیں رہی نہیں، پھر اس کی اپنی میرت اور خوشی کی پیمائش میں بول  
 گئی۔ تو انہوں نے مجھے بتا دیا کہ وہ کا لوری چڑھا کے ساتھ گھسی ہیں۔ پھر اُسے بتا دیا کہ وہ  
 دکر آتا اور تو انہیں کہہ دیتی ہیں۔ تو انہیں وہ پھر میرت اور خوشی کی پیمائش پتہ ہو نہیں۔  
 اب آتش دہلی پر ہی جاتی ہیں چیزوں کے نام لیے ہمارے تھے جو میں نے جاتی تھیں۔ یہ شروع  
 میں کہہ کہ اچھا معلوم ہوا کہ یہ سنی کا گھبراہٹ ہونے لگی کہ کہیں مجھے اس بگے کے ساتھ جوتہ  
 ہونے کے لیے پتا نہ لیا جائے۔ میں نہ کہ سے کی طرف دھڑکتا ہوا کھڑا نہ کہ سے کہنے کے لیے

آہستہ سے اٹھ لیگی اس کو کشتی میں باریک پودے کے کچھ سیر اور کچھ لپکا ہوا چھٹی خا۔ میں خدایہ  
میں گھبرا کر کچھ اپنے سامنے ٹوہنے کے سونے ہر کا ایک غم کیا جا، انگوٹھا لگا رہا اور میں نے  
بڑھ کر اسے اٹھا لیا۔ اسی وقت آتش دہن کے قریب سے آواز آئی۔

"دور سے سلطان! تم نے اسے نہیں دیکھا؟ باطل زندہ معلوم ہوئی ہے۔"

میں نے بار کے گھڑنے کو اپنے گھٹنوں پر دبا کر اس کا غم دور کیا اور اس کی دھڑکنے والی  
جڑ کرنے کے لیے آگے بڑھا ضرور کیا خاک کے جگے بڑھ کر سے میں اٹھک پھیل جاتے دلی  
خاصی کا احساسی جہ۔ پھر معلوم ہوتا تھا کہ اب وہاں کوئی نہیں ہے۔ کہ غم کرنے پر جگے وہاں  
کی سر سر آہستہ سر سر گھٹنوں کی آواز میں سنائی دینے لگیں۔ لیکن سیری سیر میں نہیں آیا کہ وہاں  
کچھ باتیں جاری ہیں۔ میں نے بار کا گھڑا دوڑانے کی طرف بڑھا یا تھا کہ اس کے دو غنہ پست پر سے  
کھل گئے اور سیری ایک عزیز پودہ بنا کر میرے گھر سے ہیں داخل ہوئیں۔ انھوں نے یہ طرف  
بگھر سے جو سے ملان کو ایک نظر دیکھا، پھر میرے چنگ کے قریب گئیں اور اس پر پڑی ہوئی  
بھینڑوں کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہے ہیں۔

"وہ سب جلتا، اور تم پھر ہفتا بدی۔"

میں نے استعجاب کے طور پر اس کا خاکہ انھوں نے ہاتھ اٹھا کر کہہ کر دھوئی کر دیا۔

"دور سے سلطان کی طبیعت قریب ہو گئی ہے۔" انھوں نے کہا، "وہ وہاں آرام کریں گی۔"

اور انھوں نے خود ہی چنگ پر کی بھینڑیں اٹھا کر اس سیر پر دھیر کرنا شروع کر دیں۔ میں اس  
کا ہاتھ پڑنے کے سوا کچھ نہ کر سکا۔ وہ جگے پڑنا سلطان فریضے سے دھکے کے مارنے سے بڑی اور چنگ کا  
ملانی بڑی جاتی تھیں۔ چنگ کا ایک پادہ زمین سے خود اٹھا ہوا تھا اور فرش سے ہار اس کے  
گھرا لے کی آواز آ رہی تھی۔ میں اس کے نیچے گھٹنے کے لیے سیر پر گھسی کا کوئی گھرا کوش کر رہا تھا  
کہ دوڑانے کے پاس ایک اور عزیز کی آواز سنائی دی۔

"آئیے، وہ پودہ اٹھانے جو ہے گھر دی قسیم،" یہاں نے آئیے۔"

جگے دوڑانے پر غور توں اور غور توں انھیں کا بھرست لڑ آیا لیکن میرے گھر سے میں  
صرف ایک لڑکی اور ایک بڑی لی داخل ہوئیں۔ سیری سیر میں نہیں آیا کہ ان میں کوئی کس کو

سدا دے کر اور ہر جگہ لڑکی کی نظریں چلی جاتی تھیں اور بڑی لی گھری پڑا پڑا کر کرے کی  
ایک ایک چیز کو دیکھ رہی تھیں۔ انھوں نے لڑکی کو چنگ پر بٹھا اور چنگ کا اٹھا ہوا پادہ فرش  
سے لگایا۔ لڑکی کا سر خود کچھ کو ڈھکا ہوا لیکن نظریں اب ہی چلی جاتی تھیں۔ بڑی لی نے ایک  
بار پھر بار سے کہنے کا ہاتھ لیا، اور اس کی گھاسی سمجھ پر زور دیا کہ کہیں۔ میں سیر پر ہاتھ رکھے گھر  
خا۔ سیری عزیز نے میرے ہاتھ کو آہستہ سے چھو کر جگے ہار چائے کا اشارہ کیا اور میں گھر سے  
کے دوسرے دوڑانے سے، جو اٹھنے سے منتقل نہیں ہو سکی وہاں اسے ایک چوڑے سے میں گھٹا  
خا، ہار چلی آیا۔ میں سے اٹھنے میں ہاتھ اٹھل نہیں خا۔ میں دیر تک اٹھنے میں گھٹا رہا۔

دور سے سلطان کو میں غور سے نہیں دیکھتا خا۔ جگے صرف اٹھا ہوا تھا کہ ان کے سیر دو چٹے  
کا ایک ہڈی سر پر خا، دو سر اس کے پیروں تک اٹھی یا خا اور اس کا ایک کو اس کے ایک ہاتھ کی  
شکل میں پھٹا ہوا خا۔ میں کہ بول ہی رہا تھا، لیکن پگنی سٹی کے کتے جو سے خود کے پاس سے  
گزارنے جو سے جگے ہوا تھا کہ جب وہ میرے بار سے گزر رہی تھیں تو جگے کا گھر کی بست چلی ہی  
پست کسوی ہوئی تھی۔

اٹھنے میں گھٹنے سے سیر ہی ہر گنا توں پھر چوڑے میں ہیں داخل ہوا اپنے گھر سے  
کے دوڑانے کے پاس اٹھ کر کہیں سے کالوں پر زور دیا، اندر خاصوٹی تھی۔ دوڑانے پھر ہاتھ نہیں  
خا۔ میں نے اسے خود اور گھوڑا، ناہنجے ہی جگے پڑنا چلی چنگ لڑ آیا۔ پھر بڑھ کر سے آئی  
ہوئی باتوں کی آواز میں سنائی دیں اور میں دوڑانے پھر گھول کر اپنے گھر سے میں آگیا۔

دور سے سلطان سیر پر ایک ہاتھ رکھے سیر ہی گھری جاتی تھیں۔ دو چٹے کا کو اب ہی اس ہاتھ  
کی شکل میں پھٹا ہوا خا۔ ان کے دوسرے ہاتھ میں سٹی کا ایک ہار چے میں نے ابھی دھک نہیں خا،  
دوسرے دوسرے گھر ہوا خا۔ آہستہ سے انھوں نے سیری طرف دیکھا اور گھن کے اشارے  
سے جگے اپنے قریب ہوا۔

"وہ آپ ہی نے بتایا ہے؟" انھوں نے ہار کو اپنے پھر سے ایک اٹھا کر چھپا۔ "بست  
تو بصورت ہے۔"

میں جھینپا جاوا ہے گرم رہا۔

"بہت خوبصورت ہے،" انھوں نے پھر کہا، اور پوچھا، "یہاں یہ سن لی جاتی ہے؟"

"یہ نہیں،" میں نے کہا۔ "کسی نے باہر سے وہ کہا ہے جس میں صبح کی خوشی۔"

"کس نے؟"

"معلوم نہیں،" میں نے کہا۔ "وہ بہت پہلے تھا۔"

"اب نہیں ہے؟"

"خارہ نہیں،" میں نے کہا، اور پھر کہا، "وہ بہت پہلے تھا۔"

اس کے بعد وہ در تک چپ چاپ رہا کہ وہ جگہ نہیں رہیں۔ اس کے بڑے بڑے کولہ دانے اور

پھل بکے ہوا تک بہت بد رنگ معلوم ہونے لگے، اور میں نے کہا،

"اے رنگا دانی ہے۔"

"یوں ہی زیادہ اچھا معلوم ہو رہا ہے،" دوسرا سلطان نے کہا۔

پھر انھوں نے سیزرہ کو دیکھ کر کہی دوسری چیزوں، برتنوں، گاڑیوں اور شاخوں کو اٹھا کر

دیکھا شروع کیا، جگہ پر ہی اس عزیزہ پر گہرے طے آ رہا تھا انھوں نے بکے ہوا تر توب سے دیکھنے

کی طبیعت کر کے جوئے و سب چیزیں ہے ترقیبی کے ساتھ سیزرہ دوسرے کو دیکھیں۔ مجھے اس کا

نہیں نہیں آیا کہ یہ ہے ترقیبی دوسرا سلطان ہی کی وجہ سے ہوئی تھی، مگر میں نے دیکھا کہ دوسرا

سلطان ایک ایک چیز کو اٹھا کر اس طرح دیکھ رہی تھی کہ سیزرہ چیزوں کی ایک ترتیب مانتی تھی

وہی ہے جو اس چیزوں کی ترتیب سے بہتر ہے، انھیں میں نے بڑے کر کے کے آتش دہن پر

سجایا تھا۔ انھوں نے ایک چھوٹی سی گڑھی اٹھائی، گہرے در تک اس کے پاس کو دیکھتی رہیں، پھر

اسے سیزرہ پر رکھ کر خود سامنے بٹھ گیا اور بٹھ گیا۔

"آپ کو شش کریں تو کھلنے سے بھی بہت اچھے ہاں کھینچتے ہیں۔"

میں نے گہرے گھٹنے کی کوشش کی، پھر چپ رہا، پھر کوشش کی، پھر کہہ گیا، پھر آہستہ سے ہوا

"تو کھلنے سے ہی تو ہیں۔"

سب دوسرا سلطان، پہلے ہاں سرگرائیں اور باقی تندرست معلوم ہونے لگیں، لیکن گہرے گھٹنے کے

پاسے وہ خاموشی کے ساتھ سیزرہ سے چیزیں اٹھا کر دیکھ رہی تھیں۔ انھوں نے گڑھی کا ایک

پرانی واضح کانٹا اٹھا کر ایک اس کی محراب کے کنارے کو دیکھتی رہیں، پھر بٹھیں۔

"وہ سب دانی میں آپ کے ہاتھ نہیں کھینچتے؟"

"کبھی کبھی،" میں نے کہا، اور اپنے ہاتھوں پر بڑے جوئے لٹاؤں کو دیکھا، دوسرا سلطان

میں اپنے ہاتھ کو دیکھ رہی تھیں لیکن اس پر مجھے کوئی لٹاؤ نظر نہیں آیا۔

بڑے کر کے میں انھوں کی آوازوں پر جلد ہو گئی تھیں۔ مجھے نہیں آیا کہ دوسرا سلطان وہ

سے گڑھی ہوتی ہیں۔ اسی وقت انھوں نے سیزرہ سے ایک چار گڑھی اٹھائی اور بٹھیں،

"یہ تو حاصل ہے۔"

"نہیں، یہ بھی۔۔۔"

"تو یہ ہو گئی۔" انھوں نے گڑھی کی سونوں کو دیکھ کر دیکھنے سے کہہ دیا۔ پھر بڑے کر کے

دوسرے دوسرے کو دیکھا اور بٹھیں، "سب پر دیکھیں جوئے لگتے ہیں۔"

"آپ کی طبیعت اب کبھی ہے؟" میں نے پوچھا، اور سوچا کہ یہ مجھے کبھی یہ چھنا چھو

تھا۔

"بہتر دیکھ دو، میں نے آپ کو بھی پر دیکھا ہوا،" انھوں نے اس طرح کہا جیسے مجھے کوئی اطلاع

دے رہی ہوں۔ میں نے پھر پوچھا،

"آپ کی طبیعت اب ٹھیک ہے؟"

دوسرا سلطان نے گڑھی کی سونوں پر سے نظر ہٹا کر پھر دوسرے کی طرف دیکھا۔ میں نے

میں دوسرے کی طرف دیکھا، ایک بار پھر مجھے کالہ کی مٹی سی پٹھ مسمی ہوئی۔ دوسرا سلطان

گھڑی نہیں۔

"کبھی بہتر دیکھیں یہاں آئیے۔"

اور میں نے دیکھا کہ وہ دوسری مٹی میں اپنے جوئے کے بل کھول رہی ہیں۔ دوسرے بل

کھینچنے سے پہلے ہی مجھ سے کہتا ہیں ایک ہونے پر تو کی جھک نظر آئے گی۔ میں نے کوشش

کے کے نظر دوسری طرف کر لیں۔ ہاتھوں پر انھوں نے کہا،

"ہم آپ کے واسطے آئے تھے۔"

میں نے دیکھا وہ سفید لباس کا ٹیڑھا سا بچہ گور نہاں تھا۔ بارہن سلطان نے اسے میری طرف بڑھایا تو مجھے اس کے ہاتھ پر بہت جگہ لڑائی نظر آئے۔ میں نے نہایت ہی سے اسے کراہتے ہوئے دیکھا۔ وہ اتکا چھوٹا نہیں تھا جتنا میں سمجھ رہا تھا۔ مجھ کو محسوس ہوا کہ وہ ایک ہی جگہ اس کے ہاتھ میں کسی طرح چھپا ہوا تھا۔

"بہت اچھا ہے،" میں نے کہا۔ "آپ ہی نے بنایا ہے؟"

"محب ہم آپ کے اتنے تھے تب بنایا تھا۔"

میں اس سے اس کے ہاتھ کی ترکیب پر پوچھنے لگا تاہم اسی وقت انھوں نے میرے لیے کوئی چیز اٹھائی اور اسے دیکھنے کو بٹھایا۔

"وہ آپ کی خوشی کا دیکھا ہے۔"

میں نے دیکھنے کو دیکھا، پھر میرے ہاتھ میں لگا کر اس کے ہاتھ کی گولی ہوئی تھی میرے ایک ہاتھ کے پاس وہ بھی پڑی ہوئی تھی۔ خود میرے ہاتھ میں سے گولی کڑھیں پر آگیا تھا۔ میں نے خوشی اٹھائی اور بے سوچے جگہ بارہن سلطان کی طرف بڑھا دی لیکن بارہن سلطان اس کا دیکھا میری طرف بڑھا رہی تھیں۔ میں نے دیکھا اسے کہ خوشی پر کس دیا۔

"خود میرے،" میں نے انھیں دیا۔

وہ پھر مسکرائی اور بولیں۔

"خود آپ کے ہاتھ پر دیکھتے ہیں۔"

پھر انھوں نے سفید کی سے کہا۔

"میرے یہاں آئیے گا۔ اچھا؟"

بے آواز دھڑکیوں سے دروازے کی طرف بڑھ کر انھوں نے اس کا ایک ہاتھ میرے دھیرے سے لگا کر دھیرے دھیرے سے ہاتھ اٹھائے۔ میں نے اس کی آوازوں کو دھیرے دھیرے دیکھا، پھر مجھے خوشی کی ٹپکیں، دھڑدھڑ سے پکار کھانے کی آوازوں اور بارہن سلطان کے نام کی پکار سنائی دی۔

اس مکان میں وہ لوگ بہت دور تھے۔ دیکھ کر میں ان لوگوں میں بارہن سلطان کے سوا اور کسی سے ناخوش نہ ہوا۔ اگرچہ میرا زیادہ سا بھائی کی بہنوں سے رہا۔ مجھے اس کی بہنوں کی تعداد اور ان کی بہنوں کی بڑائی کا بھی صحیح صحیح علم نہ ہوا۔ وہ سب بہت دلگلیں کھڑے تھے۔ دھڑدھڑ سے بولتی اور دھڑدھڑ سے ہنسی تھیں اور مذاق بھی میں ان کے ہر سے سراخا نہ جانتے تھے۔ میرے ایک کے اندر میں وہ بیچ پڑھیں اور بہت خوش ہوئیں تو وہ نے گنتی تھیں۔ اس طرح کی ایک اور میرے اندر میرے ساتھ ہی میں بھی تھیں اور جب کسی ہی میں سے کوئی میرے یہاں مسمان ہوئی تو مجھ کی زبان بڑھ جاتی تھی۔ لیکن بارہن سلطان کی بہنوں کو دیکھ کر مجھے وحشت ہونے لگتی تھی اور میں اس سے کھڑا نہ جاتا تھا۔ خود بارہن سلطان میں میں کمر ہی جاتی تھیں اور کسی کسی محسوس ہوا میں کے ہر سے سے علی گڑھ سے بہت کڑھیں تو مجھ کو دیکھ کر اس کی آواز مجھے صاف سنائی نہیں دیتی تھی۔

میرے یہاں میں لوگوں کے آنے کے پانچویں پہنچے وہاں سے میرا اس گھر میں آنا جانا شروع ہوا۔ پہلی بار میں اپنے یہاں کی گئی تھی قریب کا کھانا کھا کر وہاں میرے ہاتھ کی ایک صورت تھی، اس کے بارے میں اندازہ نہیں جاتا تھا کہ وہ کھانا ہے یا اس کے ساتھ ہی کوئی فرد، مجھے نہیں آتش دھواں والے کمرے میں پہنچا دیا جس کی پشت آوازوں میں ہی خوشی ایک کالے ڈبے میں چھوٹی چھوٹی شیشیاں رکھ دی تھیں۔ قریب میں آئے گا وہ کالے کمرے کے ہر گھروں تک وہ کمرے میرے گھر والوں اور دور دور قریب کے دوستوں کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہیں۔ پھر انھوں نے مجھے اپنے بارے میں معلومات فراہم کرنا شروع کیں اور ان کے بولنے کی رفتار تیز ہو گئی۔ پہلی جگہ اندازہ ہوا کہ وہ اپنے آپ سے باتیں کر رہی ہیں اور میری موجودگی کو فراموش کر چکی ہیں، اس لیے میں نے خود کو دھڑکنا شروع کیا۔ بچے چھٹوں والے توں دور سے گئے ہوتے تھے اور مکان کا قفسی کسی قریب قریب پورا نظر آتا تھا لیکن اس کا وہ صبر یہاں ہر کونوں اور درشت خاص میری نگاہوں سے بوجھل تھا۔ کسی کی زبانیں جھڑکنا سے صاف

سے ابھی بیڑوں کا۔ میں نے آتش دہن پر بھی ہوتی ہو، اپنے کمرے لی بیڑ پر رکھی ہوئی سب بیڑوں کا تازہ کیا۔ میں بیڑوں کی جگہ سے دلائشیں کی گئی تھیں انھیں میں نے ایک ٹوکری میں رکھ لیا اور باقی بیڑوں کا ایک بار پر اور سے تازہ کیا۔ ہر بیڑ میں بچے کوئی نہ کوئی عادی لگا آتی۔ یہاں تک کہ سیرا صالح لے گیا اور میں آتش دہن کے سامنے وہ تک ہے جس و حرکت کر رہا۔ کھڑی چڑھا پر نظر جمائے جوائے بچے پر دیکھتا ہوا سوائے گا کہ میں نے اس کا کوئی اچھا سا نام نہیں رکھا۔ ہر بچے اپنے کمرے میں بیڑ کے پاس کھڑی ہوئی اور سنا سنا کر ٹھیک آتا اور ہانک کر کہہ دیا کہ کوئی کھڑی ہو آگئی ہے انھوں نے اصل سمجھا۔ میں اپنے کمرے کی طرف بڑھا لیکن بچہ راضی ہی میں بچے یاد آگیا کہ وہ کھڑی میں سے وہاں پہلے اپنے ایک اور کے حوالہ کو دے دی تھی۔ وہ جگہ بہت چاہتے تھے اور جب ہی جگہ سے یہاں آئے سیر سے لیے کوئی نہ کوئی نئی قسم کا اور ضرور دلائے تھے۔ کھڑی میں نے ان کے گائے جیسے بچے ہی کے اندر پر ہمارے کمرے انھیں دی تھی، لیکن اس وقت ہم کو ان پر ایسا قصہ آ رہا تھا چھوڑا اسے ہم سے ہمیں کہنے لگے ہیں۔ میں نے یہ بھی کہہ دیا کہ وہ کھڑی میری کھڑکی کا بستری خون خھی، یہاں کہ اس کا تاننا بچہ مشکل نہ تھا، اگر وہ اس میں وہ گھٹی تھی۔ میں نے اسے پر سے ہاتھ لے کر اٹھوا کر لیا اور اپنے کمرے میں بند کر گیا۔

اس دن آدھی رات تک وہ سیر سے وہاں تک میں اسے بنا رہا۔ سیر سے ہاتھ گئی تھوڑے سے کچھ اور کھار کے راج کی خوشی خوب خوب حال ہو گئی، لیکن میں نے اپنا کام نہیں کیا۔ جب وہ تیار ہو گئی تو میں نے اسے بیڑ پر رکھ کر دیکھا۔ ہر دسے کمرے کے آتش دہن پر جا کر دیکھا۔ باغوں کی تعلیق کی وہ سے میں اس میں پھلے کی سی مٹائی نہیں دلا تھا، پر بھی وہ میری بنائی ہوئی باقی بیڑوں میں سب سے ابھی تھی۔ میں نے اسے ایک صحت کاٹا میں چھتے کر ٹوکری میں سب سے بچہ رکھ دیا۔

پھر کو میں وہاں پہنچا۔ بڑی ہی گھر پر نہیں تھیں۔ سویرا صحت بچے آتش دہن دالے کمرے میں آئی اور میں نے جانتے ہی ٹوکری میں سے بیڑوں لال لال کر کسی ترتیب کے جیسے آتش دہن پر رکھا ضرور گئی۔ صحت میں بیڑوں کو دیکھنے کے لیے آتش دہن کے خوب آتی تو

میں نے اسے دیا

”انھوں نے سگوائی نہیں۔“

”کس نے؟“

”بچے نام گانے کے نہیں سے ابھی ہوئی، اس لیے میں نے کہا۔“

”سب نے۔“

”اچھا، ابھی دہاتے ہیں، صحت سے کھار کر سے ہاں عمل گئی۔“

میں آتش دہن پر سب بیڑوں دیکھنے کے بعد اپنے وہیں میں ان کی ترتیب بنا دیا تھا کہ دھارنگ سٹان کی جہیں ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوئیں اور سیدھی آتش دہن کی طرف لگیں۔ کچھ دور تک گلی کی طرف شور اور جھڑپا ہوا میں کھڑے ہوئی ہوئی کھڑی ہاتھ میں لیے ہپ ہپ کر رہی تھیں سب کو خوشی جہیں کی طرف خوش ہوئے اور آپس میں جھڑپے دیکھتا رہا۔ آخر وہ بچے جہاں سے کہ میری طرف متوجہ ہوئیں اور اب انھوں نے کھار کے سیدھی کے ساتھ ہم سے ہاتھیں کیں، اور بچے اس میں سے لے گا کہ وہ سب داخلی کمرے دہی ہیں۔ اب میں اس پر چٹائی میں گھسنا تھا کہ دھارنگ سٹان سے کس طرف چلائے۔ آخر میری شکل اس طرف سے لی ہوئی کہ ایک ہی کی ایک میں نے کمرے پر چڑھا۔

”اور دھارنگ سٹان کے لیے کچھ نہیں؟“

”تو کہاں میں؟ میں نے پوچھا۔“

”ایک اور میں نے بچے عیشوں دلائی کچھ کا دھارنگ، ضرور کھول کر ہاں چلا کھار کر۔“

”یہاں میں آتا ہے۔“

اس طرف بہت دھن کے ہو میں ایک بار پھر میں نے اس سانہیں کے نیچے آہ۔ دھارنگ سٹان دھار سے ملے جاتے ایک تخت پر خوش تھیں۔ ان کے سامنے درجائی سہائی رکھا جا تھا جیسا میں نے ایک ہی پہلے بڑی لی کے پاس دیکھا تھا۔ دھارنگ سٹان ڈبے سے فیشیاں لال لال کر تخت پر تیار ہی تھیں۔ لیکن سی سکرٹ کے ساتھ انھوں نے بچے تخت پر جھٹکے کا دھارنگ کیا اور میں نے جھٹکے ہی کسی سید کے جبر کاٹا میں پٹی ہوئی کھڑی ہی کی طرف بڑھا دی۔ انھوں نے

ایک نظر لگے دیکھا، پھر وہ دونوں باغوں میں گرمی سے کو اس کا کھڑا ٹھکانہ لگے اور ایک گرمی کی سونہوں پر ٹھکانے چما لئے اور یہی۔

”کتنی اچھی جگہ ہے۔“

”جگہ اور آج،“ میں نے ڈرامہ کر کہا، ”مندی میں بنائی ہے، اتنی صاف نہیں رہی پائی۔“

”نہیں،“ دوسرا سلطان نے کہا اور گرمی کو حقیقت دھن سے دیکھا، پھر ہمیں۔ ”بڑا بڑا اچھی ہے۔ وہ تو اصل سلوم جوتی تھی۔“

باغوں نے ڈابے کے سامنے سے کچھ خوشیاں بنائیں اور ان کی ہڈ پر گرمی کو رکھا۔ اچھے رکھے ہوئے ڈابے کی سیاہی کے آگے گرمی کے سامنے رکھیں کی۔ ہم بہت تیز ہو گئی اور کچھ ہی دھپکا دلی گرمی سے زیادہ اچھی سلوم جو بنے گی۔ دوسرا سلطان نے اسے پھر اٹھا، کئی بار اپنے پیر سے سے دور اور ریب کر کے دیکھا، وہاں دیکھا، پھر اٹھا تک ہمیں۔

”آپ کو کھلم بہت اچھا لگتا ہے۔“

سیری جی بھی طرف لگے نہیں آیا۔

”کھلم؟ میں نے پوچھا۔“

”آپ نے اس کا نام بھی کھلم ہی پڑا رکھا ہے۔“

”وہ... وہ تسلیم، تک کی وجہ سے،“ میں نے کہا۔ ”نہیں اس کا نام لگے اچھا نہیں لگتا۔“

”بہت لوگوں کو اس سے ڈانگتا ہے۔“

”کھلم ہی پڑا ہے؟“ میں نے سیرت سے پوچھا۔

”کھلم ہے،“ دوسرا سلطان ہمیں۔ ”اس سے بہت لوگوں کو مرے کا ٹیبل آیا ہے۔“

”کھلم ہے؟“ کچھ پھر سیرت ہوئی۔ ”کھلم، تو بہت سی ٹیبلوں کا طعن ہے۔“

”خیر تا ہی تو بہت سی ٹیبلوں کا طعن ہے۔“

ان کے لیے میں جتنی ہی شوق تھی، اس لیے میں نے خن کر ہی کی طرف دیکھا، نہیں وہ مسکرا بھی نہیں رہی تھیں۔ کچھ وہ صرف کچھ سوچتی تھیں۔ گرمی کے اچھے رکھے ہوئے سپاہ ڈابے پر وہ اپنی بچ کی اٹھل کا ٹیبل آہستہ آہستہ رہی نہیں جس کی جلی اور یکساں آواز کی وجہ سے

گرمی اپنی جوتی سلوم جوتی تھی۔ اس آواز کے ساتھ ساتھ سلطان کے دوسرے حصوں سے اور باغ سلطان کی جوتوں کے خٹخٹے ہونے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ ان میں سے ایک آواز دوسرے کے پاس آ کر کی۔ ایک اس سامان کے بچے آئی، دوسرا سلطان کے ریب ہا کر جلی اور ان کی پچھائی پر پھار کر کے وہاں جلی گئی۔ دوسرا سلطان نے اسے ہاتھ دیکھا، پھر خوشیوں کو ایک طرف رہی دیکھتے تھیں۔ باغوں نے گرمی کو اٹھا کر سپاہ ڈابے کے ریب میں رکھ دیا اور مجھ سے پوچھا۔

”آپ کو یہ سب پانا کس نے سکھا دیا؟“

”کسی نے نہیں۔“

”کسی نے نہیں؟“

میں نے انہیں بتا کر کس طرح باغی ٹیبل سے مجھ کو چیزیں پانے کا شوق خالص کس طرح سیر سے پاس، رفت رفت اور راجع ہونے لگے اور میں نے شروع شروع میں کیا کیا پانا اور بعد میں کیا کیا۔ اس بچہ میں دوسرا سلطان کی کئی جتنیں ہادی ہادی آئیں اور انہیں پھار کر کے جلی تھیں، اور سب ان میں سے ایک نے ہاتھ سے پھل چٹ کر ان کے کان میں کچھ کہا تو کچھ اسی جادو کی وجہ سے وہ جانا چل رہا ہوں، نہیں سب میں ہاتھ کے لیے اٹھنے کا تا دوسرا سلطان نے کچھ راکھ لہا۔

”کچھ درد چھپنے،“ باغوں نے سپاہ ڈابے میں خوشیاں وہاں رکھتے ہوئے کہا۔ ”آپ سے ہمیں کر کے جہیں اپنے باغی کا ٹیبل آچکا ہے۔“

ان کا بہت کچھ اچھا سلوم ہوا نہیں اب سیری جی نہیں آ رہا تھا کہ میں نے کیا باتیں کیں، اس لیے میں نے پوچھا۔

”میں خوشیوں میں کیا ہے؟“

”مطرح،“ دوسرا سلطان نے کہا، اور ڈابہ سیر سے ریب کر دیا۔

اس وقت کچھ سامان کے بچہ رورہ کر ابھری اور جوتی جوتی خوشیوں کا احساس ہوا۔ کبھی ایک خوشی اور جوتی دور دوری خوشیوں کو اٹھاتے دیکھتے، کبھی کبھی خوشیوں میں ہی کہ ایک ہوا تھیں،

پھر منکھر ہو جی، پھر ایک ہو جائیں۔ ان غشیوں سے طرح طرح کے رنگوں اور آوازوں کا خیال آتا تھا اور ان رنگوں اور آوازوں سے اور غشوں کی ہنسون کا خیال آتا تھا جو اب تیار پر آتش و افوں والے گھر سے میں صبح ہو گئی تھیں۔ میں نے دیکھ کر ہاتھ میں اٹھا لیا اور وہ بکے غشیوں سے مجھ جتنا چاہا محسوس ہوا۔ میں نے پوچھا:

”اے کی چیزوں کے طر ہیں؟“

اور غشوں نے خلعت پھولوں کے نام ہونا شروع کیے تھے کہ مجھے محسوس ہوا ایک دھبکی غشی ہی اور خاموشی سفید غشیوں کی تمام غشیوں کو چھوٹی ہوئی گل گئی۔ پھر دہائی اور پھر سب کو چھوٹی ہوئی گل گئی۔ اور میں نے پوچھا:

”کی میں کاہر کا طر بھی ہے؟“

اور غشوں نے کہ کر مجھے غر سے دیکھا اور کہہ کر کوشل کر کے منکرائیں۔

کاہر کا طر نہیں بنتا، ”افوں کے کہا۔“ ڈاکسیر سے ہاتھ سے لیا اور اس میں کی ایک ایک غشی کو پھر کر بکے بتا کر اس میں کسی چیز کا طر ہے۔ اس کے بعد افوں نے ڈاکے کا ڈھکنا اور کہہ دیا۔

”کی میں کاہر کا طر نہیں ہے۔“ افوں نے اب میرے سوال کا جواب دیا، ایک بار پھر کوشل کر کے منکرائیں اور میری وی ہوئی گھر میں پر ہاتھ کہہ کر کہیں:

”کاہر کی غشی اس میں ہے۔“

گھر میں میں ”کی میں نے میری پر کہہ دیا اور گھر میں اٹھال۔

اس میں آپ کے گھر سے میں میں دیکھی ہی غشی تھی۔“

”وہ کاہر کا گرم تھا۔“ میں نے انہیں بتا دیا اور اب مجھے یاد آیا کہ اور غشوں کے لیے گھر میں بنائے ہوئے کئی بار میرے ہاتھ کئے تھے اور ہر بار میں نے کاہر کے درج سے دھم کو چھ لیا تھا اور اپنا کام نہ کا نہیں تھا۔ مجھے اپنے افوں میں بھی جی پر چریت محسوس ہوتی اور میں سوچنے لگا کہ اور غشوں کو یہ سب غشوں یا نہ غشوں، لیکن اسی وقت افوں نے کہا:

”آپ کے ہاتھ دھکی ڈھکے ہیں۔“

اور اسی وقت میں کی ایک اور میں ان کے قریب آ کر بھکی۔ اور غشوں اٹھ کر گھر میں چلی گئیں۔

آئیے، ”افوں نے مجھ سے کہا اور نچلے غشیوں والے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ میں میں کے ساتھ آتش و افوں والے گھر سے میں واپس آیا وہاں ڈاکسیر کے ساتھ کھانے پینے کی چیزیں کھائی گئی تھیں اور ان کی غشیوں سے کہہ دیا اور غشوں کی ہر میں مجھے ہر چیز کو کھانے پر چلی ہوئی تھی۔ میں سب کے امور سے مجھے گھر میں ہونے لگی میں کہہ دیا میں خیال سے بڑھا کر کہ یہ بڑا اجسام خاص میرے لیے ہے اور کہہ دیا اس بات سے کہ اور غشوں میں میرے ساتھ غشی تھیں کہ کہہ دیا میں دہائی تھیں۔

۷

اور غشوں کی بیداری کا حال مجھے صرف اسی معلوم ہوا تھا کہ کسی کسی میں ان کا دل آپ ہی آپ کھیرا لے لگتا ہے اور اسی وقت وہ ہاتھ میں میں ان کے پاس کوئی موجود تھا۔ مجھے اور کہہ دیا کہ سب سے جب شبک رہنے کے بعد غشیوں کی شبک ہو جاتی ہیں۔ کسی کسی میں دہائی گھر میں کا کوئی خون نہ لے کر وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ اور غشوں کی طبیعت غراب ہو گئی ہے اور وہ اپنے گھر سے میں آرام کر رہی ہیں۔ میں دہائی ہوئی چیز ڈاکسیر کے گھر سے کسی آتش و افوں پر لگا دیا اور کہہ دیا ان کی غشوں کے پاس دھم کہہ دیا۔ وہ سر سے یا ٹھیر سے دہائی میں پھر وہاں ہوتا۔ اور غشوں میں مجھے دہائی ہنسون میں گھر میں ہوئی تھی کہہ دیا میں ان کے نیچے تخت پر غشی ہوئی تھی تھیں۔ وہ گنگھ کی ضرورت سمجھ ایک ہی سوال سے کہہ گئی تھیں:

”سب آپ کا بتا رہے ہیں؟“

میں جواب میں ہونا شروع کرنا غشوں کو بولنے کا موقع نہیں دینا تھا، لیکن وہ بچ چکا میں کوئی عنصر یا سوال کی غشیں میں سے صرف پر ظاہر ہونا تھا کہ وہ میری بات سمجھ رہی ہیں۔

12. 12. 1947

ہاں، میں انتہائی دلیر تک سیر کر چکی ہوں جو سے ملا ہوں کو کاموش سے دیکھتی رہیں، پھر

ایک چیز ہم نے جس آپ کے لیے نہ کی ہے۔

پھر وہ آہستہ آہستہ جلتی ہوئی اپنے گھر سے کی طرف واپس جو گئی۔ دروازے پر پہنچنے کے بعد  
سیر کی طرف مڑتی اور واپس آئے۔

1000

جب میں اس کہ سے ہیں داخل ہوا تو درجن گھنٹوں میں کے بج میں بجلی ہوائی مسوری پر روشنی ہو گئی تھیں۔ مسوری کے قریب ایک گاؤں سے اور کئی ہزار گھنٹوں نے بجے گھنٹوں کا شمار کیا۔ کہ سے میں بجے کوئی خاص سامان یا سہولت نظر نہیں آتی، جسے وہاں وہاں ہیں۔ بجلی ہوائی مسوری پر پڑنے سے ہر سہولت پر پڑنے سے بہت خوب صورت تھے۔ اور ایک نظر میں اس پر سہولت قانونوں کا دور کا ہوا تھا۔ کہ سے کا ایک دور دراز آتش فشاں دیکھنے کے لیے میں ہوا۔ دوسرا سامان کی طرف گھٹنا تھا۔ اس دور سے وہاں سے تھیں۔ جس کا ایک لاکھ آدھا تھا۔ لیکن مسوری سے میں آتا تھا کہ اس کا کوئی خاص حصہ ہے۔ میں نے اس کو پہچاننے کے لیے اس پر تیار ہوا ہجے کہ اس میں ہی گھنٹوں ہوائی ہوا میں نے اس سے خوب دیکھا کہ اس میں گھنٹوں کی طرف دیکھا۔ ہر دور سے اس نے کسی گھنٹوں میں کھائی ہوائی مسوری تھیں۔ کہ وہ یہ ہوا۔ انھوں نے سر اٹھا لیکن میں اس نظر میں سب میں بجلی ہوائی تھیں۔ بجے شہر ہوا کہ وہاں چھٹے چھٹے ہو گئی تھیں۔ لیکن اسی حالت میں وہ مسوری سے اتر کر ایک دور دراز مسوری تک گئیں ہوا۔ وہاں انھوں میں کہ سنبھالے ہوئے وہاں آئیں۔ بجلی نظر میں وہ بجے شہر میں سنبھالنے کے لیے توجہ گھڑنے مسوری سے۔ مسوری پر روشنی کو انھوں نے اس میں گھنٹوں کو اپنے سامنے دیکھا کہ وہ ایک۔ انھیں اس طرح دیکھتی رہیں جیسے میں کوئی پہرہ کش کو رہی ہوں۔ ہوا۔ انھوں نے ایک گول گھڑنے کو چلتی میں پڑا کر تھا ایک دیکھا ہوا دور اٹھا۔ بجے گھنٹوں کی چلتی اس گھنٹہ ستانی دی ہو میں نے دیکھا کہ ہزار گھنٹوں کی گھنٹوں سے ایک چھوٹا سا مسوری فضاں لنگ رہا ہے۔ اور اس کی بہت بجلی پر چلتی ہیں اس کے چہرے پر بل رہی ہے۔ اب وہ مسوری





کئی دن تک میں اور نو سو اپنے دو سر سے رشتہ داروں کے یہاں وقت گزارا۔ صرف رات کو کئی وقت گھر میں آ کر سو جاتا اور صبح اٹھنے کے خصوصی ہی دور پر بدل چل جاتا۔ وہ چھوٹا سا غلام سیوری گاؤں کے سامنے گردش کرتا رہتا اور ہر چیز میں لگے اس کے کسی نہ کسی حصے کی شہمت نظر آتی، یہاں تک کہ میں نے غور و برائی کا غلام اس کے سامنے کر لیا، اور دیکھتا ہوں کہ ہی کر چیتے کو حرکت دیکھوں میں دیکھتا ہوں، موزا میر سے لکھن میں نہیں، میں نے بازار سے معمولی طور پر لے لی تھی وہاں بھی خرید لیں۔

تیسرے دن کے بعد میں نے گھر سے نکلنے لگے، ایک بجے ملیاں آ کر، اگر میں کو شش کوئی دوستی کا دوسرا ہی کا نکلتا ہوں، پر لگے اس کا نانا داخل آسائیں گے آئے گا اور میں اپنے گھر سے میں رہا ہوں آگیا۔ اسی وقت میں نے کافڑ پر اپنی یادداشت سے اس کاغذ پر لکھنے کے کو شش شروع کر دی، لیکن میں اسے زیادہ غور سے نہیں دیکھتا تھا۔ میں یاد رہا اپنے دوستی میں اس کاغذ پر لکھا لیکن ہر بار وہ لگے داروغہ سلطان کے سامنے جیسے ہاتھ میں تھا اور دوسرے دوسرے گھوڑا لگا آ رہا، اور اس کی کوئی چیز بھی میرے دہی میں چاری داغ نہ ہو سکی۔ وہ تک کافڑ پر کافڑ خوب کر کے رہنے کے بعد میرا داغ لکھنے کا غور میں اندر کر رہا کہ اسے جس آگیا وہاں میرے گھر کے قریب قریب سب کو لکھ لکھتے۔ وہ میں نے گھر میں لے کر جاتے ہوئے دیکھا کہ میرے دہی میں

تھیں کہ۔ پھر میں سے ایک سے گھر

”بہا ہوا داروغہ سلطان کی غیرت پر چہرے کے آگے۔“

”انہیں کیا ہوا؟“ میں نے پوچھا۔

”اس کی حالت بگڑ گئی ہے۔“

اس کے بعد سب نے داروغہ سلطان کی بیماری پر بحث شروع کر دی، اور اسی میں میرے گھر کی سب سے صراحتی ہو گئی۔

”خود سب یہاں آئی تھی اسی دن میں نے حکم دیا تھا کہ اس کے اندر گھر نہ نہیں لیا ہے۔“ پھر انہوں نے دو صوفوں سے اپنے قون کی تصدیق کر لی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ وہ قون کس زمانے کی بات کر رہے ہیں اور میں ان سب سے بحث کرنے پر تیار نہیں لگے پھر گھر

کے باہر رہنے پر مجبور کی گئی اور ہی گھر سے باہر آ گیا۔

اور اس وقت نے لگے آگیا، انہوں نے کہ میں دیکھا ہوں، سب کے پتلے میری غلامی اور ان آدمیوں پر دہی انہوں نے سامنے میں گھر سے بات کی تھی۔ لیکن اس وقت دوسری وقت منہ نہیں جاسے اور اپنی اپنی جگہوں پر جھپٹے، میری ہی اس سے کہہ دیتا ہے، دہی نہیں۔ میں اس کے قریب جا کر کہہ رہا تھا کہ انہوں نے سر اٹھا کر لگے دیکھا اور میرے کہہ رہے تھے پتلے ہی رہیں۔

”حالت ابھی نہیں ہے۔“

پھر انہوں نے ہی کوئی جوابی۔ میں دہی پر گراؤں۔ گھر پر وہ انہوں نے پھر سر اٹھا کر لگے دیکھا اور داروغہ سلطان کے گھر سے کی حالت بازار کے لگے رہیں۔

”تو اپنے دیکھ آجئے۔“

میں سمجھتا ہوں اس کو کہ میں داخل ہوں۔ داروغہ سلطان آتھیں۔ نہ کچھ مسری پر اپنی جاتی نہیں اور اس کی دہی میں ہی رہ چکی ہوئی تھیں۔ میں ہی جھپٹ کر نہیں دیکھتا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ لگے کہ گھر پر جو غور و برائی اور پھر مسری سے تک ہوا تھا۔ میں پر ہنس رہے تھے لگے لگے کہ اس کی گھر دہی میں ہی نظر آ رہے تھے۔ ہاتھ پر گھر اور انہوں پر مسری سے تک لگا۔ میں نے پوچھا۔

”ہاتھ میں کی حرکت ہے؟“

”نہیں، ایک میں نے سب سب رہا۔“ بے ہوشی میں۔

اسی وقت داروغہ سلطان کا ہاتھ لگا رہا تھا اور میرے انہوں نے قریب آ کر میں غور کیا۔ میں نے سامنے روک لی، لیکن داروغہ ہی دور میں میرا دم لکھتا تھا وہیں نے پوری سامنے کھینچی اور داروغہ سار کا داروغہ سلطان کی۔ شخصی میری سامنے کے ہاتھ کھم کر لیا، گلی کو میرے انہوں سے آگلی۔ میری آنکھیں قریب قریب نہ تھیں وہ کچھ مسری پر ایک ہوا تھی غور و برائی مسری ہوئی۔ میں نے پھر سامنے روک لی، پھر میرا دم لکھتا پھر میں نے پوری سامنے کھینچی۔ لگے داروغہ کا اس میں جا۔ میں نے ایک اور سامنے کھینچی اور لگے اس داروغہ میں کہہ روک لی وہ سب

سے پہلے کا طہری چڑھا، پھر کھڑکھلا رہا وہ اور سیر سے باخبر رہا۔ کھٹکتی ہوئی بچا نکلیاں، پھر سفید نور سے وہاں  
 پر نہ وہ اور۔ مگر جس سفید دھوڑی کی چادر کی طرف اڑتی ہوئی باورشی کی چھوڑی، پھر سیر سے گھر سے  
 میں سیر کے پاس گھر کی ہوئی، اور دن سٹکان۔ پھر سٹکان کے نیچے کھٹکتی ہوئی اور دن سٹکان، پھر دور دن  
 سٹکان کے اگلے سے باخبر کے نیچے گھومتا ہوا غائب اور اس میں کھٹکتی ہوئی کھٹکیاں، جس میں سے  
 ایک خالی تھی۔ سیری میں کھٹکیں پوری کھٹکیں تھیں۔ اور دن سٹکان کے پھر سے پھر غائب کی پڑ چھا میں  
 میں گھومتی معلوم ہو رہی تھیں اور اس کا باخبر سیری سے غائب تھا۔  
 میں آتش دالوں والے گھر سے میں آگیا اور کسی سے بات کیے بغیر کون جھکے سے ہوئے  
 اس مکان سے باخبر تھیں آپا۔

۔ پھر کو کھٹکے یا طہر دینے کے لیے پھر وہیں بھیجا گیا کہ میرے گھر کی سب اور جس  
 ضروری چیز میں آ رہی ہیں۔ کھٹکی اس میں اس مکان کے دروازے تک پہنچا کہ کھٹکے اور اور دن  
 سٹکان کے نام کی پھر سٹکان ہی اور میں باخبر ہی سے کھٹکی آپا۔

## ساسا پنجم

My tale was heard and yet it was not told,  
I saw the world and yet I was not seen;  
My thread is cut and yet it is not spun,  
And now I live, and now my life is done.

- Chidwick Tichborne

قالی میں ۱۰ پائی تھی ۱۰ ہر دلی

ہر دلی ۱۰ تار تھی ۱۰ تار دلی

— فرید حویلی غلام

اور دور تک پہنچے مہمانوں میں بکری ہوئی ان کو دیکر سگی عمارتوں کے پختے ہیں صدیاں گز گئی  
نہیں اور ان کو گھنڈا جو سے ہی صدیاں گزر گئی تھیں۔ خیال پرست سچان ان گھنڈوں کے  
چوڑے ڈھول، لوچے زخموں اور بڑے بڑے طاقتوں کو صیرت سے دیکھتے اور انی ناٹوں کا تصور  
کرتے تھے جب کہ شہر بادشاہوں کے ۷ آئینہ صیح سلامت اور وہ بادشاہ بھی زخمور رہے ہوں گے۔  
ان عمارتوں میں گئے جو سے بشر کی سلوں پر کدہ تصویروں کو زیادہ عمارتوں میں چھپی سے دیکھا جاتا  
تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ یہ تصویریں اپنے زمانے کی تاریخ بیان کر رہی ہیں۔ ان میں تاج پادشاهوں،  
جنگوں، جنگوں، بادشاہوں کے دربار میں گلست خوردہ بادشاہوں کی عمارتوں اور دوسرے  
موقعوں کے منظر دکھائے گئے تھے جن سے ان پرانے ناٹوں کی بہت سی باتوں کا کچھ اندازہ جاتا  
تھا اور ان عمارتوں کی پرانی تاریخ اور تمدن کے بارے میں کچھ غیر یقینی سی معلومات حاصل ہوتی  
تھیں۔

انہیں گھنڈوں کے بہتروں پر بہت سے کھیتے ہی گھڑے جو سے تھے اور سچان ان کو بھی  
دل چھپی سے اور دور دور تک دیکھتے تھے، لیکن ان عمارتوں کو کوئی پڑھ نہیں سکتا تھا۔ دیکھتے ہیں  
صرف ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے عمارتوں کی صورت میں مختلف باتوں سے خیروں کے پڑھان  
بنا دیا ہے، لیکن اس میں کسی کو کوئی شک نہیں تھا کہ بشر کی سلوں پر پڑھانوں کی یہ عمارتیں  
دراصل ایسی ہی عمارتیں ہیں جنہیں اگر پڑھ لیا جائے اور سمجھ بھی لیا جائے تو ان کی مدد سے ان  
تصویروں کو بھی اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے اور بہت سی ایسی باتیں بھی معلوم ہو سکتی ہیں جن کا  
تصویروں سے معلوم جاتا نہیں۔

ہذا اور سادہ و سنجیدہ فہم بھی نہیں تھا اس کے ساتھ اس کی پیش کی ہوئی زبان کو بھی باطن کر دیا گیا۔  
 لائقِ ملاحظہ ہے کہ یہی صفت سے ثابت کیا ہے کہ سادہ و سنجیدہ فہم نے جس زبان کے اصلی اور  
 حقیقی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس زبان کا کبھی وجود نہ تھا اور سادہ و سنجیدہ فہم نے اس سوہوہ زبان کے  
 جو عقوہ دیا کر کے ان کے معنی میں جس وہ سب عقوہ خود اس کے گوشے گوشے میں اور اس سے پہلے  
 نہ کسی زبان سے لیا ہوئے تھے نہ کسی فہم نے انہیں لکھا تھا۔ اور اس زبان کی جو خواہر سادہ و سنجیدہ  
 نے ظاہر کی ہے وہ بھی سراسر اس کے ذہن کی اختراع ہے، حقیقتاً کسی بھی زبان کے جملوں میں  
 عقلوں کی ترتیب اس طرح نہیں تھی جس طرح سادہ و سنجیدہ فہم کی اس ملزومہ خواہر میں ملتی ہے۔

حاصل میں یہ تمام باتیں ثابت کر کے میں سمیرت غیر متعلق اور ذہنی کاوش کا ثبوت  
 دیتے ہوئے علم اور عقلیت دونوں سے کام لیا ہے اور اس منطق کی ہر نئی دریافت ان کے دعووں کو  
 مزید مستحکم کرتی جاتی ہے۔ تاہم انہیں درحقیقت کی بنیاد پر یہ عالم اس کا بھی اعتراض کرتے ہیں  
 کہ ایک مرتبہ تک سادہ و سنجیدہ فہم کو عقلیت اور اس کی زبان کو اصلی سمجھا جاتا رہا اور گزشتہ عالم اس  
 زبان کے عقلوں کا قرعہ استعمال کرتے تھے، لیکن ان عقلوں کی مدد سے ایک مسئلہ اور قائم  
 ہدایت زبان ہونے اور سمجھنے میں اس گزشتہ عالم کو کھپائی نہیں ہو سکی اگرچہ ان میں سے کئی اس  
 زبان سے واقفیت کے مدعی دیتے جاتے تھے۔

آج کا عالم یہاں ہے کہ گزشتہ زمانے میں جس عقوہ استعمال ہوتے تھے میں کا حقیقی وجود نہیں  
 تھا، وہ اس طرح کہ یہ عقوہ میں معنوں میں استعمال کیے جاتے تھے دراصل ان کے معنی وہ نہیں تھے،  
 دراصل ان کے معنی کچھ بھی نہیں تھے، تاہم ان میں کا یہ عقوہ ایک مخصوص معنی کے لیے استعمال  
 ہوتا تھا، یعنی ہونے والا ایک عقوہ ہوتا تھا اور اس سے ایک معنی مروا دیتا تھا اور عقوہ واس کے وہی  
 معنی سمجھا جاتا تھا جو ہونے والا مروا دیتا تھا، لیکن حقیقتاً اس عقوہ کے وہ معنی نہیں ہوتے تھے جو ہونے  
 والا مروا دیتا تھا اور عقوہ واس سمجھا جاتا تھا، اس لیے کہ دراصل وہ کوئی عقوہ نہیں ہوتا تھا اور چونکہ وہ کوئی عقوہ  
 نہیں ہوتا تھا اس لیے اس کے کوئی معنی بھی نہیں ہوتے تھے۔ اور یہ بے معنی عقوہ جس زبان کے  
 کیے جاتے تھے اس زبان کا بھی حقیقی وجود نہیں تھا، اگرچہ عالم اس انہیں کا اظہار نہیں کرتے کہ  
 کسی زمانے میں کہیں نہ زبان ہوئی ہو، لیکن جاتی ہو، تاہم دراصل یہ کوئی زبان تھی نہیں۔

ہمارے عالم ایک مدت سے ان غریبوں کو بڑھنے کی کوشش کر رہے تھے اور ناکام ہو رہے  
 تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہی زبان کی غریبوں میں جس کے کچھ نوئے سادہ و سنجیدہ فہم کے  
 تھے، لیکن ان نوئوں کی مدد سے ان کشتوں کو بڑھا سکی نہ جو اس لیے کہ وہ نوئے پیکانی کی غریبوں  
 نہیں تھے، اور سادہ و سنجیدہ فہم کو گزشتہ ہونے والا نہ تھا بلکہ کسی کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ کسی  
 زمانے میں تھا۔

آخر ایک مدت کی کوششوں کے بعد جب فرد زبانوں کو بڑھنے کا حق کاپی نقلی کر گیا تو  
 کشتوں کی انہیں تصویروں کی مدد سے اور کچھ دوسرے طریقوں سے ہمارے عالم پیکانوں کی شکل  
 کی یہ غریبوں بڑھنے میں کھاسب ہو گئے۔ اور ان غریبوں کی مدد سے ان تصویروں کو بھی پوری طرح  
 سمجھ گیا۔ اس طرح گویا غریبوں نے تصویروں کا سادہ و سنجیدہ فہم۔

ایک ایک کر کے ہمارے کتبے پڑھ لیے گئے اور اس غیر کامیاب طور پر غیر مدد کیا گیا کہ  
 ہماری زبانوں میں ایک نئی زبان کا اضافہ ہوا ہے جو ہر کوئی سبیل پرانی ہے۔

لیکن اس زبان کا سادہ و سنجیدہ فہم کے قریب کچھ ہونے نوئوں کی زبان سے کوئی صلہ نہیں تھا  
 بلکہ ان دونوں زبانوں میں کوئی ایسا فیصلہ نہ تھا جس سے انہیں پائی گئی، اور یہ بات ہمارے حاصل کے  
 گمان میں بھی نہیں تھی اس لیے کہ ان کی کئی باتوں نے ان نوئوں کی زبان کا بڑی سنجیدگی سے  
 مطالعہ کیا تھا اور اس کے بارے میں عالمانہ خیال ظاہر کیے تھے۔ اب انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ  
 سادہ و سنجیدہ فہم زبانوں کی تاریخ کا سب سے بڑا قریب و سب سے بڑا ذوق تھا، جس کا شور بونا ظاہر  
 ہے انہیں ہنسنے نہیں آ سکتا تھا، اس لیے اب وہ دہا جیتے ہیں کہ سادہ و سنجیدہ فہم اور اس کی زبان کو نکھوڑا  
 جائے۔

یاد رہتا ہے کہ سادہ و سنجیدہ فہم کے ساتھ وضاحت نہیں ہوتی۔ ایک خواہش کے وجود ہی کا اظہار کر  
 دیا گیا، اور اظہار کی وہ دلیل یہ دی گئی کہ ہمارا فیصلہ انہوں کے بغیر ہاں نہیں سادہ و سنجیدہ فہم نہیں  
 ہو سکتا، اور تاریخ میں ایک سادہ و سنجیدہ فہم، سادہ و سنجیدہ فہم اور سادہ و سنجیدہ فہم کا سراغ نہیں

عالموں کی مادی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نہ کوئی مادیانہ بنیم تھا، نہ اس کی جنس کی جاتی کوئی  
 زبان تھی، نہ اس زبان کا کوئی لفظ تھا اور نہ اس لفظ کے کچھ معنی تھے۔  
 لیکن اسی مادی تحقیق کا خلاصہ یہ بھی ہے کہ ایک وقت میں کچھ معنی تھے جو بعض اشکوں  
 سے ادا ہونے لگے، اور یہ لفظ ایک زبان سے منسوب تھے، اور اس زبان کا لغات ایک شخص نے  
 کر دیا تھا، اور وہ شخص خود کو مادیانہ بنیم بتاتا تھا۔

## کتاب خانہ پیپریک سیریز آخر کتابوں پر مشتمل پبلسٹ

لائبیری اور دوسری کہانیاں  
 محمد قادر اعظمی  
 قیمت ۱۱۰ روپے  
 طوائس چمن کی مینا  
 نیر مسعود  
 کہانیاں  
 قیمت ۹۰ روپے

شہنشاہ  
 ریختار کا پیر شمس  
 پرائس اور بھو موہانی کے قلم سے  
 اردائی شاہی اور انتخاب کی کہانی  
 قیمت ۶۵ روپے  
 غصے کی نئی فصل  
 اسد محمد خاں  
 کہانیاں  
 قیمت ۹۰ روپے

یوسف گنور  
 صادق و راست  
 سرور علی بھٹی کا ترجمہ  
 قیمت ۳۰ روپے  
 سوئی بھوک  
 محسن منظر  
 کہانیاں  
 قیمت ۹۰ روپے

رات  
 سید احمد علی  
 نظمیں  
 قیمت ۵۰ روپے  
 جواب دوست  
 نسیم امجدی  
 ایک ہزار ہندوستانی مسلمان کی یادداشتیں  
 قیمت ۶۵ روپے

